اذا کان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم
(مشکوٰۃ شریف)

الخطیب

قاری محمد عباس نظامی

Molana Muhammad
Abbas Nazami

فہرستِ مضامین

صفحہ	نمبر شمار	مضامین	خطیب کا اسم	تاریخ
1	1	شانِ مدینہ	عبدالوحید ربانی	12-3-02
21	2	شانِ صحابہؓ	عبدالوحید ربانی	12-3-02
43	3	حضرت عمر فاروقؓ	عبدالوحید ربانی	13-3-02
69	4	معراج المصطفیٰ ﷺ	محمد اقبال چشتی	13-3-02
79	5	سیرۃ النبی ﷺ	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	14-3-02
113	6	روزہ قرب الٰہی	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	20-3-02
141	7	سیرۃ مصطفیٰ ﷺ	خان قادری لاہور	23-3-02
163	8	معجزات نبی ﷺ	قاری محمد اقبال چشتی	23-3-02
173	9	میلاد النبی ﷺ	مولانا عبدالحمید چشتی	5-4-02
194	10	اسم گرامی	ڈاکٹر محمد طاہر القادری	8-4-02
~~205~~	~~11~~	~~محسنِ انسانیت~~	~~مجیب الرحمن انقلابی~~	~~9-4-02~~

Scanned with CamScanner

شانِ مدینہ عبدالوحید ربّانی

ولو انھم اذ ظلموا ـــــ تواباً رحیما ۔ (۱) اللہ کا احسان ۔

نہایت ہی قابل قدر ہمارے بزرگوں واجب الاحترام دوستو! اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے ۔ اس رب کائنات کا ہزار ہزار شکر ہے جس رب بے نیاز پروردگار عالم نے ہمیں سب کو انسان بنایا ۔ اور انسان بنا کے ہم کو رسول اللہ کا امتی بنایا ۔ ہم رسول اللہ کے امتی ہیں نبی پاک کے غلام ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر بڑا احسان ہے ۔ اللہ نے ہمیں زمین دی ۔ مکان دیا ۔ اولاد دی ۔ اللہ فرماتا ہے یہ میرا انعام ہے ۔ اللہ فرماتا ہے ہم نے اپنا پیارا حبیب عطا فرمایا ہے یہ میرا احسان ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ۔ لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم ایٰتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بہت بڑا احسان ہے ۔ مومنوں پر ۔ اللہ کی بڑی منت ہے مومنوں پر ۔ یا اللہ کونسا احسان ہے فرمایا مومنوں پر احسان ہے ۔ اذ بعث فیھم رسولا ۔ ہم نے مبعوث کیا ہے ۔ ان پر اپنا رسول ان کی جانوں میں سے جو آیات تلاوت کرتا ہے ۔ جو پاک کرتا ہے اپنی کفر و شرک سے ۔

میرے بزرگو اور دوستو! جتنے حضرات یہاں تشریف فرما ہو ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر

احسان ہے۔ کہ ہمیں نبی پاک کا امتی بنایا ہے۔ میرے نبی پاک ﷺ نے چالیس سال کے بعد نبوت
کا اعلان کیا۔ فرمایا دنیا والو۔ اللہ کے بغیر کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں محمد رسول اللہ
اللہ کا رسول ہوں۔ اس کا میں نبی ہوں۔

② پتھروں کا سلام۔ میرے نبی پاک چلتے ہیں راستوں پر۔ پتھروں
نے آپ پر سلام پڑھا۔ درختوں نے جھک جھک کر سلام کیا۔ کافروں نے کہا لَسْتَ
مُرْسَلًا۔ آپ رسول نہیں۔ اللہ نے فرمایا محبوب۔ جی میرے اللہ۔ فرمایا محبوب آپ
جواب نہ دیں۔ میں آپ کو لوگوں کو جواب دوں گا۔ اللہ نے فرمایا جبرائیل۔
جلدی جا میرے محبوب کو سلام دے۔ اور عرض کر محبوب اللہ فرماتا ہے۔ آپ بولیں گے تو
حدیث بنے گی۔ اگر میں بولوں گا قرآن بنے گا۔ فرمایا محبوب آپ نہ بولیں۔ میرے بزرگوا
فوراً جبرائیل آ گئے۔ فرمایا محبوب آپ نہ فرمائیں بولیں۔ اللہ فرماتا ہے یہ کافر لاکھ
مرتبہ کہیں آپ رسول نہیں۔ لیکن میں اپنی سچی زبان میں قرآن کو نازل کرتا ہے۔ اور
اعلان کرتا ہوں۔ یٰسٓ ۔ والقرآن الحکیم۔ انک لمن المرسلین۔ فرمایا
یٰسٓ کے سہرے والے محبوب مجھے قرآن کی حکمت کی قسم آپ بے شک رسولوں میں سے ہیں۔
سب نبی اللہ کا پیغمبر ہے۔ سب نبی اللہ کا رسول ہے۔ میرا نبی کو جو مقام ملا ہے اور کسی

ج

نبی کو بھیجیں بعد۔ خدا کے بعد درجہ ہے تو محمد مصطفیٰ کا ہے۔ پھر نبی کریم نے تیرہ سال
مکہ مکے میں تبلیغ کی۔ اللہ کی توحید سنائی۔ چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان کیا۔ چالیس
سال کے بعد نبی بنے بھیجا۔ چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان کیا۔ نبی اس وقت تھے۔ جب
وقت نہ تھا۔ نہ دن تھا۔ نہ رات تھی۔ نہ گھڑی تھی۔ نہ وقت تھا۔ نہ یہاں تھا۔ نہ وہاں تھا
نہ جہاں تھا۔ کائنات کی کوئی چیز نہ تھی ابھی جبرائیل نہ بنا۔ ابھی قرآن نہ آیا۔ یا خدا تھا
یا مصطفیٰ تھا۔ نعرہ تکبیر

(ج) نبی کا نور۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیارے نبی کے نور کو بنایا۔ نور
ختم نبوت۔ چالیس سال کے بعد نبی نے نبوت کا اعلان کیا۔ فرمایا لوگو اللہ ایک
ہے۔ میں اس کا بندہ بھی ہوں۔ اور اس کا رسول بھی ہوں۔ میرے نبی پاک مکے کی پاک
گلیوں میں چلتے ہیں بستر پر بھی سلام پڑھتے ہیں۔ درخت بھی سلام پڑھتے ہیں۔ میرے نبی
کریم دعوت اسلام دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اللہ ایک ہے۔ اس کے سوا کسی کے
آگے سجدہ نہ کرو۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے ماتھا نہ جھکاؤ۔ یہ سر خدا کا
ہے۔ اور یہ زبان مصطفیٰ کی ہے۔ خدا خدا ہے۔ نبی نبی ہے۔ وہ رب
ہے یہ رسول ہے۔ وہ قدیر ہے۔ یہ بشیر ہے۔ وہ بنانے والا ہے یہ بتانے والا ہے۔

یہ حسن دینے والا ہے۔ یہ شان لینے والا ہے، وہ نبوت کا تاج دینے والا ہے۔ یہ لینے والا ہے۔ جو ساری دنیا کی آخری قیادت سیادت رسالت کا تاج پانے والا ہے۔ ہمارا نبی ہمیں رحمت کی چادر میں ہم گنہگاروں کو چھپانے والا ہے۔

میرے دوستو! میرے نبی پاک نے مکے میں تیرہ سال تک نبوت کا اعلان کیا۔ چالیس سال کے بعد نبوت کا اعلان کیا۔ تیرہ سال تک اللہ کی توحید سنائی۔ دس سال تک مدینے میں قرآن کا وعظ سنایا۔ یہ یاد رکھو۔ تیرہ سال تک مکے میں اللہ کی توحید سنائی۔ آخر اللہ نے فرمایا، محبوب ہجرت فرماؤ۔ میرے نبی پاک نے مدینے کی طرف ہجرت کی۔ آج کا موضوع ہے مدینہ۔ جو رحمت کے عرق میں ڈوبا اس کا عنوان ہے شانِ مدینہ۔

(1) شانِ مدینہ۔ نبی پاک نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ساتھ کون ہیں۔ جناب ابوبکر صدیقؓ۔ میرے نبی کریم مدینے پاک میں تشریف لے گئے۔ مدینے کے رہنے والے لوگوں نے نعرے بلند کیے۔ انہوں نے کیا۔ طلع البدر علینا ۔ من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ۔ ما دعا للہ داع

آ گیا آ گیا۔ چودھویں کا چاند آ گیا۔ تمام مدینے والے خوش ہوتے ہیں۔ مدینے میں جشن ہو رہا ہے

(۵) کون آ رہا ہے

کون آ رہا ہے۔ نبیوں کا امام آ رہا ہے۔ کون آ رہا ہے۔ رسولوں کا سردار آ رہا ہے۔ کون آ رہا ہے۔ والضحیٰ کی زلفوں والا آ رہا ہے۔ ما زاغ البصر کے سرمے والا آ رہا ہے۔ الم نشرح کے سینے والا آ رہا ہے۔ سہارے کے ہاتھوں والا۔ اور دنیا والو۔ ختم النبوت کے تاج والا مدینے آ رہا ہے۔ کیوں نہ جشن منائیں۔ تمام مدینے میں اعلان ہو گیا۔ بیٹا دون نی فقاقِ المدینہ یا محمد۔ مدینے کی گلیوں میں اعلان اور صدا کی ہو رہی ہے یا محمد۔ تمام لوگ انتظار کر رہے ہیں۔ کہ پیغمبر کس وقت تشریف لے آئے گا۔ پھر پتہ لگا۔ سامنے دو چہرے نظر آئے۔ ایک نبی تھا۔ دوسرا صدیق تھا۔ ایک نبیوں کا امام۔ ایک صدیقین کا امام۔ ایک بابا جی کھڑا تھا کہنے لگا یہ دو آدمی کون ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں نبی آ رہا ہے۔ یہ دو چہرے ہیں۔ ان میں نبی کون ہے۔ ایک نوجوان کھڑا تھا۔ اس نے انگلی کھڑی کی۔ اور ابوبکر صدیق کی طرف اشارہ کیا کہ یہ نبی ہے۔ جناب ابوبکر صدیق کی طرف توجہ کی۔ یہ نبی ہے۔ یہ ہے نا۔ بعض لوگوں نے مدینے کے پیغمبر کی زیارت نہ کی تھی۔ جس وقت ایک آدمی نے انگلی کھڑی کی۔ تمام نے اپنی اپنی انگلیوں کو ابوبکر صدیق کی طرف کھڑا کر کے اشارہ کیا۔ کہ یہ نبی ہیں۔ صدیق اکبر نے جو دیکھا۔ کہ تمام مجھے نبی سمجھ رہے ہیں۔ جناب صدیق اکبر نے ردا تھامی

اتارا۔ اور پنکھے کی شکل میں نبی حضور کو ہوا دینے لگے۔ نبی پاک نے فرمایا ابوبکر مجھے گرمی نہیں لگ رہی۔ عرض کی میرے ماں باپ آپ کے نام پر قربان ہوں یہ پر تمام لوگ انگلی کے اشارے کر کے مجھے نبی جان رہے ہیں۔ میں قمیض اتار کے پنکھے کی شکل میں آپ کو ہوا دے کے ان کو مشورہ کیا ہے کہ میں تو غلام ہوں۔ آقا تو یہ آ رہے ہیں۔

(ح) یہی گمراہ نہ ہو۔ میرے نبی فرمایا۔ ابوبکر جو آپ کی طرف منسوب ہوگا کبھی گمراہ نہ ہوگا۔ میرے نبی پاک نے فرمایا۔ یا ابا بکر انت صاحبی فی الدنیا وفی الاخرۃ۔ ابوبکر تو دنیا میں بھی میرا ساتھی ہے۔ اور آخرت میں بھی رہے گا۔

میرے نبی مدینہ تشریف لے آئے۔ دوستو۔ اس علاقے کا نام یثرب ہے۔ یثرب کا معنی ہے۔ بیماریوں کا گھر۔ جب مکے کے لوگ آتے ہیں کہتے ہیں۔ کہ راستے میں ایک بستی آئے گی۔ اس بستی کا نام یثرب ہے۔ خیال کرنا۔ اس بستی کا پانی نہ پینا۔ اس بستی کی آب و ہوا بیماریوں کا گھر ہے۔ میرے دوستو۔ وہی یثرب جو بیماریوں کا گھر تھا۔ جب میرے مدنی کے پاک قدم لگے۔ جب آمنہ کے لال کے قدم لگے جب نبیوں کے امام کے قدم لگے۔ اس وقت اعلان ہوا۔ خاک مدینہ شفا ہے۔ اے لوگو جس کو تم بیماریوں کا گھر کہتے ہو۔ یہ اب بیماریوں کا گھر نہیں بلکہ مدینے کی

مٹی شفا کا پیغام ہے۔

مدینے دی مٹی ہے ہر شے توں مٹھی۔ تو ونج سجو اپنیاں نوں چیاں ونج کے دیکھی۔
مدینہ مدینہ ہے۔ نبی کا مدینہ دو مدینہ ہے جس نبی کا مسکن مدینہ ہے۔ مسلمانوں کا
مرکز مدینہ ہے۔ اللہ کی قسم ہے ہم اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ ہم مسلمانان عالم
کا مرکز مدینۃ المنورہ ہے۔ دعا کریں اللہ ہم سب کو مدینہ کی زیارت نصیب کرے۔
آج حاجی لوگ حج پر جا رہے ہیں۔ احرام باندھے ہوئے ہیں۔ لبیک کہتے
ہیں۔ میں نے کہا۔ حاجی صاحب مبارک ہو۔ کہاں جا رہے ہیں۔ اس نے کہا۔ مکے جا
رہا ہوں۔ خانہ کعبہ کا جا کر طواف کروں گا۔ حرم کعبہ کا طواف کروں گا۔ لبیک اللھم
لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لا شریک لک لبیک۔ یا اللہ میں
حاضر ہوں۔ یا اللہ میں حاضر ہوں۔ میں نے کہا۔ مبارک ہو۔ حج پہ جا رہے ہو۔ کہنے لگا
حج پر تو جا رہا۔ پتہ نہیں مدینے کب جاؤں گا۔ اور حج کی قبولیت کی مہر مدینے
سے لگے گی۔ پیارا حج مکے ہوتا ہے۔ قبولیت کی مہر مدینے میں لگتی ہے۔ جو آدمی
حج کرکے مدینہ نہیں جاتا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ جس نے حج کیا۔ اور میری زیارت
کے لئے نہیں آیا۔ اس نے مجھ پہ ظلم کیا۔ اللہ کی قسم وہ نبی کا شہر مدینہ۔ ہائے جہاں

نبی کریم نے اپنے ہاتھوں سے مسجد بنائی۔ گارا دینے والا کون تھا؟ میرے دوستو۔ پتھر اٹھا کے دینے والا کون تھا۔ یہ اللہ کے گھر کی مسجد بن رہی ہے۔ نبی کریم فرمایا میں یہاں مسجد تعمیر کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا یہ میرا پیارا مدینہ ہے۔ ح ابو ایوب انصاری۔

میرے دوستو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے۔ ہر آدمی خوشی زور آتا ہے۔ ہر آدمی چاہتا ہے کہ حضور میرے گھر تشریف لائیں۔ مگر میرے نبی کریم نے فرمایا۔ میری راہ چھوڑ دو۔ میری سواری جانتی ہے کہ میرا مقام کہاں ہے۔ نبی پاک کی اونٹنی کو چھوڑ دیا گیا۔ ناقہ رسول چلی جا رہی ہے۔ آگے آگے رسول کی سواری ہے۔ پیچھے پیچھے مدینے کے افراد ہیں۔ بڑے بڑے لوگوں کے دروازوں کو چھوڑتی گئی۔ اور جا کر ابو ایوب انصاری کے دروازے کے آگے بیٹھ گئی۔ لوگ ابو ایوب انصاری کو مبارک دے رہے ہیں ابو ایوب مبارک ہو۔ نبی پاک کی سواری آپ کے گھر کے سامنے رک گئی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔ پوچھا ابو ایوب کیوں رو رہے ہو۔ آج تو خوشی کا وقت ہے کہ نبیوں کا امام تیرے گھر میں قیام کرے گا۔ ابو ایوب انصاری روتا روتا کہنے لگے۔ بیوی کہتی ہے ابو ایوب کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا میرے نبی پاک آگئے۔ تمام نبیوں کا سردار میرے گھر آ گیا ہے۔ آپ کی سواری رکی ہے۔ نبی پاک ہمارے گھر

میں قیام کرے گا۔ مگر اے میری بیوی اے میری گھر والی۔ اب کیا کریں۔ ہم بڑے غریب لوگ ہیں۔ دیکھنے ہو گئے ہیں۔ ہمارا گھر میں جو سامان ہے جلد۔ نبی پاک کی کیا خدمت کریں گے۔

پیارے دوستو۔ جو وفادار بیوی ہوتی ہے۔ اپنے خاوند کو حوصلہ دیتی ہے۔ جو پاکیزہ بیوی ہوتی ہے وہ خاوند کو حوصلہ والی باتیں کرتی ہے۔ حضرت ابو ایوب انصاری کی بیوی کہتی ہے اے ابو ایوب اے میرے سر کے تاج۔ نہ گھبرا۔ پیارے نبی کے سر پر تو اللہ کا سایہ ہے۔ وہی اس کو کھلائے گا جو اس کو لایا ہے۔ میرے نبی کریم ابو ایوب کے مکان میں قیام فرماتے ہیں۔ فرمایا ابو ایوب ہم مکان کے نچلے والے مکان میں رہیں گے۔ تمہارے مکان کے دو حصے ہیں۔ اوپر آپ رہیں نیچے مکان میں میں رہونگا۔ ابو ایوب کہتے ہیں قبلہ گستاخی ہو جائے گی۔ آپ نیچے میں اوپر۔ میرے پاک نبی نے فرمایا۔ ابو ایوب جب درمیان میں دیوار آ گئی۔ جب آ گئی گستاخی نہیں ہو گی۔ بے ادبی نہیں ہو گی۔

پیارے دوستو۔ رسول اللہ نے ابو ایوب کے مکان پر قیام کیا۔ پاس سے نگاہ پڑی دو یتیم کا مکان نظر آیا۔ میرے نبی نے فرمایا کس کا مکان ہے۔ عرض کی حضور دو یتیموں کا مکان ہے۔ پاک پیغمبر نے فرمایا معراج کی رات میں نے یہاں دو رکعت نفل نماز پڑھے تھے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ یہاں مسجد نبوی تیار کریں۔

(8) دو یتیم کی بات

جب میرے نبی کی بات مدینے کے دو یتیموں کے کانوں تک پہنچی۔ یتیم
دوڑے دوڑے آئے۔ کہنے لگے حضور آپ کے نام پر ہمارے ماں باپ قربان ہوں۔ مدینے کے
تاجدار۔ ہم آپ کے غلام ہیں۔ ہم آپ کے امتی ہیں۔ ہم آپ کے کلمے پڑھنے والے ہیں ہم
مکان میں آ گیا۔ اور ہم بھی آ گئے۔ حضرت علیؓ نے اس کو مکان کو خرید لیا۔ اللہ
نبی پاک نے اس مکان میں مسجد کی تعمیر شروع کی۔ بنیادیں رکھیں۔ تصور کرنا مسلمانو۔
رسول اپنے ہاتھ سے مسجد کی تعمیر کر رہے ہیں۔ میرے نبی کریم نے پتھر اٹھایا۔ اور فرمایا
اللہ اللہ کا میں آخری رسول۔ اس مسجد کی بنیاد رکھ رہا ہوں۔ اور ابو بکر۔ میرا ابو بکر
کہاں ہے۔ عرض کی حاضر ہوں یا رسول اللہ۔ فرمایا اس کے برابر اپنا پتھر رکھ۔ پھر آواز دی۔
ابن عمر۔ عمر کہاں ہے۔ عرض کی حاضر ہوں۔ فرمایا اس کے برابر اپنا پتھر رکھو۔ پھر آواز دی
ابن عثمان۔ عثمان کہاں ہے۔ عرض کی حاضر ہوں۔ فرمایا اس کے برابر اپنا پتھر رکھو پھر آواز دی
ابن علی بن طالب۔ علی بن طالب کہاں ہے۔ عرض کی حاضر ہوں۔ فرمایا اس کے برابر اپنا پتھر رکھو۔ میرے مسلمان
بھائیو سنو۔ جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی پہلا پتھر نبی نے خود رکھا۔ دوسرا ابو بکر نے رکھا
تیسرا فاروق اعظم نے رکھا۔ چوتھا عثمان غنی نے رکھا۔ پانچواں علی بن طالب نے رکھا۔ جب شہر یثرب کے
سے پتھر پتھر کو رکھ دیا گیا۔ میرے نبی نے مسجد کے دونوں ہاتھ اٹھا کے آسمان کی طرف دیکھ کے

فرمایا اے مالک ۔ جو ترتیب میں اپنی مسجد کی بنیاد رکھ رہا ہے ۔ اس بنیاد کو قیامت تک قائم رکھنا ۔ آج خلافت کے مسئلے لوگ حل کرتے ہیں ۔ میں کہتا ہوں ۔ خلافت کا مسئلہ اس وقت حل ہو گیا تھا ۔ جب رسول اللہ نے مسجد کی بنیاد رکھی ۔

میرے دوستو ۔ پتھر اٹھا کے دینے والا بلال ہے ۔ پوچھنے لگا عبداللہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مسجد پاک کی مسجد تیار ہو رہی ہے ۔ جھونپڑیاں آ رہی ہیں ۔ پتھر آ رہا ہے ۔ نبی پاک دی مسجد کچی تیار ہوئی ہے ۔ دیوار کچی ہے ۔ چھت کچی ہے ۔

ے جھونپڑی دیاں کڑیاں چھتیر نئیں کھجور دے ۔

دکھلو سی دنیا جلوے حضور دے ۔

آج پکی کوٹھیوں میں رہنے والو ۔ محلوں میں رہنے والو ۔ ایئر کنڈیشنر بنگلوں میں رہنے والو بھی اور کچے مکانوں میں رہنے والو ۔ میرے نبی پاک کی حالت کو سوچو ۔ نبی کا بستر تو دیکھو ۔ اللہ کی قسم

ے کھجیاں دا بستر تے سرہانہ کمال دا ۔

بستراں تے بچھڑا سی آمنہ دے لال دا ۔

میرے پیارے نبی کریم نے فرمایا لوگو ۔ جو میری مسجد میں آ کر جھاڑو دے گا ۔

قیامت کے دن میں محمد رسول اللہ اس کو اپنے جھنڈے کا سایہ عطا کروں گا۔ میرے

(9) مسجد کو آباد۔ میرے نبی کریم نے فرمایا۔ جس نے مسجد کو آباد کیا۔ اللہ اس کے گھر کو آباد کرے گا۔ مدینے کے تاجدار نے ارشاد فرمایا لوگو سن لو۔ میں اللہ کا آخری نبی اعلان کرتا ہوں۔ جس نے بھی مسجد میں جھاڑو دیا۔ مسجد کی خدمت کی۔ میں قیامت کے دن جہاں میں ہوں گا۔ جس جا بھی ہوں گا کے اس کو لواء الحمد کے جھنڈے کے سایہ عطا کروں گا۔ میرے دوستو۔ نماز کو ادا کرو۔ قرآن کو پڑھتے رہنا۔ ماں کی عزت کیا کرو۔ باپ کا ادب کرو۔

(10) میرے مدینے سے پیار کرو۔ میرے نبی پاک نے فرمایا۔ میرے مدینے کے ساتھ پیار کیا کرو۔ میرا شہر مدینہ۔ صحابہ کا شہر مدینہ۔ مسلمانوں کا مرکز مدینہ۔ سینوں کا ٹھکانہ مدینہ۔

مدینہ مدینہ آنکھیں گزر گئیں۔
اور سال اس میں جلنے گزر گئے
حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
اور کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

آبِ زم زم تو پیا اور خوب بجھائیں پیاسیں۔

اب آؤ جود و سخا کا دربار دیکھو۔

مدینہ نبی کا قریب آگیا ہے۔ بلندی پہ اپنا نصیب آگیا ہے۔

مدینہ شریف کے ایک دروازے کا نام ہے باب الرحمت۔ میں نے کہا سارا ہی تمام مدینہ رحمت ہے اس لئے اس کا نام باب الرحمت کیوں رکھا ہے۔ جواب آتا ہے کہ ہم نے نہیں رکھا۔ نبی کے یاروں نے رکھا ہے۔ نبی پاک کے خلیفے برحق ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق پہلے خلیفہ۔ حضرت عمر فاروق دوسرا خلیفہ۔ حضرت عثمان غنی تیسرا خلیفہ۔ مولا مشکل کشا چوتھے خلیفہ۔ نبی کے چار یار برحق ہیں۔

(15) رسول کی مسجد۔ میرے دوستو! رسول اللہ کی مسجد ہے شہر مدینہ کا ہے۔ نبی پاک منبر پر بیٹھ کر وعظ کر رہے ہیں۔ مجمع صحابہ کرام کا ہے۔ اس دروازے سے پاس ایک بدو آگیا۔ عرض کی یا رسول اللہ ہلاک۔ اے اللہ کے رسول ہم برباد ہو گئے۔ نبی پاک نے خطبہ روک دیا۔ اس کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ کیا ہوا۔ عرض کی اے رسول اللہ کئی سال بیت گئے ہیں۔ بارش نہیں ہوئی۔ قحط سالی ہے۔ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ نبی کا کام ہے خدا سے مانگنا اور دنیا کو دینا۔ یا رسول اللہ مہربانی فرمائیے

تالاب خشک ہو گئے۔ جانور پیاس شدت سے مر رہے ہیں۔ آپ اللہ کے آخری رسول ہیں۔
اللہ کے حضور دعا کریں۔ اللہ ہم کو بارش نصیب فرمائے۔ میرے نبی نے نبوت کے
ہاتھ اٹھائے۔ اللہ مدینے والوں کو پانی سے سیر کر دے۔ باران رحمت نصیب فرما۔
صحابہ فرماتے ہیں جس وقت نبی نے ہاتھ اٹھائے۔ بادل کا نام و نشان تک نہ تھا جس
وقت نبی پاک نے دعا مانگی۔ فوراً بادل آ گئے پانی برسنا شروع ہو گیا۔ میرے مسلمان
بھائیو۔ ذرا غور کرنا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔ فوراً بارش آ گئی۔ صحابہ فرماتے ہیں
ہم نے جمعے کی نماز پڑھی۔ حتیٰ کہ بارش ہوتی رہی۔ ہفتے کے دن بارش۔ اتوار کے دن بارش
اسی طرح اگلا جمعہ آ گیا۔ رسول ﷺ منبر پر جلوہ گر ہوئے۔ صحابہ کا مجمع ہے۔ نبی پاک نے خطبہ
شروع کیا۔ وہی آدمی پھر کھڑا ہو گیا (یا) اور دور والے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ یا رسول اللہ ہلاکت ہے ہم
برباد ہو گئے۔ میرے نبی نے خطبہ روک دیا۔ فرمایا کیسے جیسے پچھلے کیا تھا۔ برباد ہو گئے۔ اب بھی کہتا
ہے برباد ہو گئے۔ عرض کی یا رسول اللہ پہلے اس لئے برباد تھے کہ برستا نہ تھا۔ اب زیادہ اس لئے
ہو گئے۔ کہ رکتی نہیں ہے۔ پاک پیغمبر پہلے پانی پینے کیلئے نہ تھا۔ اب ہر جگہ پانی ہی پانی
ہے۔ پہلے تالاب میں پانی نہ تھا۔ اب گھر میں پانی ہے۔ مکان میں پانی۔ چھت بہہ گئی۔
یا رسول اللہ دعا طلب کریں۔ بارش رک جائے۔ جب اس نے عرض کی۔ ایک بادل کھڑا ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

کہنے لگا۔ میں ملک یمن سے آ رہا ہوں۔ سفر کرتا پھر رہا ہوں۔ میں تورات کا ورق دیکھ رہا ہوتا اور دوسری طرف پیارے نبی کا چہرہ دیکھ رہا ہوتا۔ اگر اس نبی نے کہہ دیا کہ بارش بند ہو جائے۔ تو قیامت تک آسمان سے بارش نہیں ہوگی۔ حضرت عمر کھڑے ہو گئے کہنے لگے اے اللہ کے پیارے حبیب۔ آپ کے دربار میں کس چیز کی کمی ہے۔ اب مینہ پانی کی کریں پہاڑوں پر بارش ہوتی رہے۔ ہمارے گھروں میں پانی نہ آئے۔ میرے نبی نے اپنی نبوت والی انگلی اٹھا کے بادلوں کو دیکھا فرمایا۔ اے بادلوں چلے جاؤ ان پہاڑوں پر۔ بارش برساؤ۔ صحابہ فرماتے ہیں ہم نے آنکھوں سے دیکھا۔ جس طرف نبی کی نبوت کی انگلی اٹھی ہے۔ اس طرح بادل پھٹتا گیا۔ اس طرف سے اس دروازے کا نام باب البرکت ہے۔

(11) مسجد نبوی کے آٹھ دروازے = حضور سرور کائنات کی حیات طیبہ کے اندر مسجد نبوی کے آٹھ دروازے۔ میرے نبی نے فرمایا جو شخص میری مسجد میں نماز پڑھے گا تو اس کو ایک نماز کے بدلے 50 ہزار نمازوں کا ثواب ملے گا۔

میرے دوستو۔ آج حاجی لوگوں سے پوچھو۔ ہر آدمی جانتا ہے۔ کہ مسجد کے اس حصے میں بیٹھوں جس کو خدا رسول نے جنت کہا ہے۔

لوگ تو جنت کو تلاش کرتے ہیں ۔ میرے آقا پیروں پہ سر رکھے وہیں جنت کی گلی ہے جہاں مدینے کے بازار کی گلی شروع ہے۔

ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ ۔ میرے پیارے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میرے گھر سے منبر کے درمیان میں جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔ رسول کے جہاں قدم آ گئے وہ جنت کا ٹکڑا بن گیا ہے۔ پیارے آقا کا سینہ جنت کا ٹکڑا۔ حضرت ابوبکر صدیق جنت کے ٹکڑے میں آرام کر رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق جنت کے ٹکڑوں میں آرام کر رہے ہیں۔

(12) نبی کا مقام ۔ اے لوگو! ہم نبی کا مقام بڑا اونچا مقام ہے جہاں آدم کے قدم آ گئے وہ میدان عرفات بن گیا۔ جہاں حضرت ابراہیم نے قدم رکھا وہ بیت اللہ بن گیا۔ جہاں اسماعیل قدم رکھا وہ آب زم زم بن گیا۔ جہاں نوح نے قدم رکھا وہ جودی مقام بن گیا۔ جہاں موسیٰ کا قدم لگا وہ طور سینا بن گیا۔ جہاں آمنہ کے لال نے قدم رکھا وہ مدینہ بن گیا۔

(13) اپنی اپنی دولت ۔ کسی کی دولت امریکہ میں ہے۔ کسی کی دولت جیب بینک میں ہے۔ کسی کی دولت سوئس بینک میں ہے، مگر ہم غلاموں کی دولت مدینے میں ہے۔

ہم غریبوں کی دولت مدینے میں ہے۔ ہم فقیروں کی ثروت مدینے میں ہے۔
بے سہارا نہ سمجھے زمانہ ہمیں۔ ہم غریبوں کا آقا مدینے میں ہے۔

(14) نبی پر صلی اللہ علیہ وسلم۔ نبی پر درود سلام پڑھا کرو۔ جب تم نبی پاک پر درود پڑھو گے۔
یہاں بھی بیڑا پار۔ وہاں بھی بیڑا پار۔ کئی لوگ کہتے ہیں ہم ہر وقت نبی پر درود و سلام پڑھتے
ہیں۔ اللہ نے قرآن نے اعلان کیا ہے۔ نبی پر درود پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں۔
اللہ کی نماز کا وقت مقرر ہے۔ نبی پر درود پڑھنے کا وقت مقرر نہیں۔ صبح کی نماز پڑھنا
ہے صبح کے وقت پڑھو۔ ظہر کی نماز پڑھنی ہے۔ ظہر کے وقت پڑھو۔ عصر کی نماز پڑھنی ہے
عصر کے وقت پڑھو۔ مغرب کی نماز پڑھنی ہے مغرب کے وقت پڑھو۔ عشاء کی نماز پڑھنی ہے
عشاء کے وقت پڑھو۔ جب نبی کے درود کی باری آگئی ہے۔ اللہ نے فرمایا کوئی وقت مقرر
نہیں جب تمہارا جی چاہے میرے پیارے محبوب پر درود و سلام پڑھ لیا کر۔ کوئی وقت
مقرر نہیں مرضی ہے۔ فجر کے وقت پڑھو۔ درود پڑھنا ہے ظہر کے وقت پڑھو۔ درود
پڑھنا ہے عصر کے وقت پڑھو۔ درود پڑھنا ہے مغرب کو پڑھو۔ درود پڑھنا ہے عشاء کو
پڑھو۔ درود پڑھنا ہے خلوت میں پڑھو۔ درود پڑھنا ہے جلوت میں پڑھو۔ بیٹھ کے پڑھو۔
کھڑے ہو کر پڑھو۔ مرضی آئے سکول میں پڑھو۔ مرضی آئے کالج میں پڑھو۔ مرضی آئے یونیورسٹی

میں پڑھو۔ مرضی آئے کچہری میں پڑھو۔ مرضی آئے تھانے میں پڑھو۔ مرضی آئے منڈی میں
پڑھو۔ مرضی آئے دکان میں پڑھو۔ مرضی آئے مکان میں پڑھو۔ مرضی آئے اسپتال
میں پڑھو۔ مرضی آئے ایوانِ صدارت میں پڑھو۔ مرضی آئے اذان سے پہلے پڑھو۔ مرضی آئے
اذان کے بعد پڑھو۔ درود کی کوئی پابندی نہیں۔ جس وقت مرضی ہو پڑھو جہاں مرضی
ہو۔ وہاں جھگڑا ہوتا ہے۔

(آقا) حضور ﷺ کا سینہ جو ہے۔ حضور ﷺ کا روضہ ہو۔ اللہ ہم سب کو مدینے کی زیارت
نصیب فرمائے۔ ولو انہم اذ ظلموا ______ اللہ فرماتا ہے جب انسان اپنی
جانوں پہ ظلم کر بیٹھیں اس وقت تمہارے حضور حاضر ہو جائیں۔ آپ ان کیلئے دعا کریں۔
جب آپ ان کیلئے دعا کریں گے۔ لوجدوا اللہ توابا رحیما۔ اللہ کی قسم جو نبی کے پاس
آ کے ٹھہر گئے۔ جنہوں نے نبی پاک کے در کو چھوڑا مر گئے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
سے پوچھو۔ کعبہ کا طواف کرنا کتنی بڑی عبادت ہے۔ مگر جس وقت حضور ﷺ
نے عثمان غنی کو بھیجا۔ یہ معلوم کرو کہ ہم اللہ کے گھر کا طواف کرنا چاہتے ہیں۔ مکہ کے
کافروں نے ہمارے پیر عثمان کو ایک مکان میں بند کر دیا۔ اور کہنے لگے عثمان تو طواف
کر سکتا ہے۔ مگر تیرے نبی کو ہم نے اجازت نہیں دینی۔ اب دیکھو۔ کعبے کا طواف کرنا

کسی کی عبادت تھی۔ مگر حضرت عثمان کہتے ہیں جب میرے نبی کو بیت اللہ کے طواف کی اجازت
نہیں۔ تو میں کیوں پہلا ہوں طواف کرنے والا۔ طواف کروں گا تو نبی پاک کے ساتھ۔
عثمان اس گھر کا طواف نہیں کر سکتا۔ جس گھر کا طواف رسولوں کا امام نہیں کر سکتا۔
کافروں نے مشہور کر دیا کہ ہم نے عثمان کو شہید کر دیا۔ میرے پاک نبی نے فرمایا لوگو!
ان شریروں نے جھوٹی خبر دی ہے کہ عثمان قتل ہو گیا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت کرے گا۔ عثمان
کے نام پر بیعت کرو۔ اور جو کوئی صحابی بیعت کرنا آتا ہے۔ نبی پاک فرماتے ہیں
یہ میرا ہاتھ نہیں عثمان کا ہاتھ ہے۔ جب نبی نے دوسرا ہاتھ اوپر رکھا۔ فوراً جبرائیل آئے
اور کہا سلام فرماتا ہے کہ نیچے والا ہاتھ عثمان کا ہے اوپر والا ہاتھ میرا ہے۔
(یداللہ فوق ایدیھم) اوپر والا ہاتھ محبوب تمہارا نہیں میرا ہے۔

نبی کا ہاتھ یداللہ ہے۔ نبی کا چہرہ وجہ اللہ ہے۔ نبی کی زبان لسان اللہ ہے۔ نبی کا
حکم امر اللہ ہے۔ نبی کا قبلہ کعبہ اللہ ہے۔ نبی کی کتاب کلام اللہ ہے۔ نبی کا حسن
نور اللہ ہے۔ نبی کی شفاعت مغفرت اللہ ہے۔ نبی کا تعلیم دستور اللہ ہے۔ نبی کا سبق
لا الہ الا اللہ ہے۔ نبی کا وجود محمد الرسول اللہ ہے۔ نور اللہ

جو مشکل کام جاتا ہے۔ مدینے نہیں جاتا۔ اس کا حج قابل قبول نہیں۔ کئی لوگ کہتے ہیں

جو مدینے جاؤ تو رسول اللہ کی مسجد کی نیت کر کے نہ جاؤ۔ ہمارے بہت سے لوگ یہاں کہتے ہیں یا ر
اب کیا کہیں یہ حدیث پڑھتے ہیں۔ کہ حضور نے فرمایا تین چیزوں کی زیارت
کرو کعبہ اور مسجد نبوی۔ مسجد اقصیٰ۔ میرا خون ... کرو۔ چاہئے کسی مکتبۂ فکر
کے لوگ ہو۔ میں ہر ایک کے دل سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ قوم کو فرقے فرقے نہ بناؤ
قوم میں اتفاق و محبت پیدا کرو۔ دین کسی کی زبان کا نام نہیں۔ دین رسول اللہ کی زبان
کا نام ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں رسول کے روضہ پہ جانا شرک ہے۔ ان سے پوچھو کہ
جو ستر ہزار فرشتے دن کو۔ ستر ہزار رات کو۔ یہ مسجد کی دیواروں سے لپٹ کے سلام پڑھتے
ہیں۔ یا روضے کے مکین پہ پڑھتے ہیں۔ ستر ہزار فرشتے دن کو ستر ہزار رات کو
سب سرکار رسول اللہ پہ سلام پڑھتے ہیں۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ۔ الصلوٰۃ والسلام
علیک یا حبیب اللہ

Molana Muhammad
Abbas-Nazami

12-3-02

شانِ صحابہ — عبدالوحید ربانی

والعصر ان الانسان لفی خسر ــــــ وتواصوا بالصبر

نہایت ہی واجب الاحترام علمائے اہل سنت نوجوانانِ ملت میرے قابل قدر بزرگو اور دوستو اور نوجوان ساتھیو۔ آج کا یہ جلسہ عام صرف اور صرف برکت حاصل کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔ میں بارگاہ رب صمدیت میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے دوستوں، جلسہ کے منعقد کرنے والے احباب کا یہ خلوص اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم سب کو حضور کے جھنڈے کا سایہ نصیب فرمائے۔ آج بے شک مدینہ المنورہ کی مسجد اس بات پر گواہی دے رہی ہے۔ آج حرم مدینہ کا منبر اس بات پر گواہ ہے۔ آج تک حضرت ابوبکر صدیق کی روایت گواہ ہے۔ کہ رسول اکرم صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما رہے تھے۔ اور زبان نبوت سے فرمایا کہ قیامت کے دن نجات وہی پائے گا۔ جو میرے جھنڈے کے نیچے آئے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ کے نام پر قربان ہو جائیں کیا قیامت کے دن آپ کا جھنڈا ہوگا۔ میرے آقا نے فرمایا ہاں میرا جھنڈا ہوگا۔ جو میرے جھنڈے کے نیچے آئے گا، نجات پا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی حضور آپ کے جھنڈے کا نام کیا ہوگا۔ میرے آقا نے فرمایا کہ میرے جھنڈے کا نام لواء الحمد ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ کے جھنڈے کی نشانی کیا ہوگی کہ جس کے نیچے نبی نے فرمایا

نہ چاند ہوگا۔ نہ ستارہ ہوگا۔ میرے جھنڈے پہ لکھا ہوا ہوگا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ طیبہ
لکھا ہوگا۔ عرض کی یا رسول اللہ آپ کے جھنڈے کا رنگ کونسا ہوگا۔ میرے آقا نے فرمایا۔ میرے گنبد
کا رنگ بھی سبز ہوگا میرے جھنڈے کا رنگ بھی سبز ہوگا۔

(۷) آقا کا فرمان: میرے پیارے آقا کا فرمان سنو۔ ربانی ہو دیکھ کے پاکستان زمین
اعلان کر رہا ہے کہ یہ کائنات بدل سکتی ہے۔ زمین پھٹ سکتی ہے۔ ستارے گر سکتے ہیں۔
ہوائیں اپنا رخ بدل سکتی ہیں۔ نظام کائنات تبدیل ہو سکتا ہے۔ مگر زبان نبوت سے
نکلی ہوئی بات تبدیل نہیں ہوا کرتی۔ میرے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! ایک
جھنڈا دیا جائے گا جو میرے جھنڈے کے نیچے آئے گا۔ میرے جھنڈے کی نشانی ہوگی
کہ کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہوگا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ اپنا جھنڈا خود اٹھائیں گے
میرے آقا نے فرمایا نہیں نہیں۔ میں تو گنہگاروں کی وکالت میں ہوں گا۔ میرا جھنڈا وہ اٹھائے گا
من حملہ فی البدر۔ جس نے میرا جھنڈا بدر میں اٹھایا۔ صحابہ نے عرض کی بدر میں تو بہت سے
لوگوں نے اٹھایا۔ فرمایا۔ اول جس نے پہلے اٹھایا۔ صحابہ نے عرض کی پہلے کس نے اٹھایا
فرمایا من حملہ فی احد۔ جس نے احد میں اٹھایا۔ صحابہ نے عرض کی احد میں کس نے اٹھایا
فرمایا من حملہ فی الخیبر۔ جس نے خیبر میں اٹھایا۔ صحابہ نے عرض کی خیبر میں تو اپنا جھنڈا کس

نے اٹھایا۔ فرمایا ہجرت والی رات جو میرے بستر پر سو رہا تھا۔ آقا یہ ہجرت والی رات آپ کا بستر پر کون سو رہا تھا۔ فرمایا تم نہیں جانتے۔ جو مکہ کی فتح کی موقع میں میرے کندھوں پر چڑھا ہوا تھا۔ آقا آپ کے کندھے نبوت پہ کون چڑھا۔ فرمایا تم نہیں جانتے۔ جو میری بیٹی فاطمہ کا شوہر ہے۔ کعبے کا گوہر ہے۔ وہ میرا علی ہے۔ قیامت کے دن میرا جھنڈا لواء الحمد حضرت علی کے ہاتھوں میں ہوگا۔

(٣) رسول کائنات کا پردہ۔ جب رسول کائنات نے پردہ فرمایا اور حضرت ابوبکر نے یہ حدیث بیان کی کہ میرا پیارا صدیق اکبر اور حضرت علی کے ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا علی مبارک ہو۔ نبی نے تجھے جھنڈا دیا۔ حدیث والے آج تک گواہی دیتے ہیں کہ میرا پیارا علی اٹھا۔ انہوں نے صدیق نے ہاتھ کو بوسہ دے کر فرمایا۔ ابوبکر تجھے کیوں مبارک ہو۔ مجھے نبی نے جھنڈا دیا۔ تجھے نبی نے مصلیٰ دیا ہے۔ آج کچھ لوگ جھنڈا اٹھائے ہوئے ہیں مصلیٰ سنبھالے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ مصلیٰ اٹھائے ہوئے ہیں۔ جھنڈا اٹھانے ہوئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں جھنڈا بھی اٹھاؤ مصلیٰ بھی مانو۔ جھنڈے والے کبھی جانو مصلیٰ والا کو بھی مانو۔ جہاں نبی کا مصلیٰ ہے۔ وہاں نبی کا جھنڈا ہے۔ جہاں نبی کا جھنڈا ہے وہاں زندہ مصطفیٰ کا جلوہ ہے۔

آؤ میری ملت کے نوجوانوں میرے آقا کا فرمان سنو۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں
کہ میری سنت میرے اعمال کو دیکھو۔ اور میری سنت کو معمول بنا لو۔

(۴) عائشہ کے حجرے میں آرام۔ جب میرے آقا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما رہے تھے
میرے آقا نے فرمایا عائشہ دروازے سے پردہ ہٹا دو۔ کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ بلال کو
بلاؤ۔ ابھی اتنی ہی دیر ہوئی تھی۔ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ نماز ظہر کا وقت ختم ہونے کو ہے
صحابہ انتظار کر رہے ہیں۔ آقا آئیں گے تو نماز پڑھائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے
آپ کے چہرے پر جلال تھا۔ آپکی آواز میں رعب اور کمال تھا۔ آپ نے بلند آواز سے فرمایا
اللہ اکبر۔ امامت شروع کی۔ کہ نماز کا وقت جا رہا ہے۔ نماز شروع کی جا چکی ہے میرے
آقا نے عائشہ کے حجرے میں بیٹھ کر فرمایا۔ لا عمر۔ لا عمر۔ بل ابا بکر۔ فرمایا
عمر نہیں۔ عمر نہیں۔ ابوبکر کو کہیں کہ مصلے پہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ جناب عائشہ نے
تھوڑا انحراف کی۔ یا رسول اللہ میرے ابا بہت نرم دل ہیں۔ کیا حضرت عمر امامت کے قابل نہیں
کیا حضرت عثمان امامت کے قابل نہیں۔ کیا جناب علی امامت کے قابل نہیں۔ میرے نبی نے
مسکرا کے فرمایا پیاری عائشہ۔ میرا علی امامت کے قابل ہے۔ میرا عثمان امامت کے قابل ہے
میرا عمر امامت کے قابل ہے۔ مگر جو ان سب کی امامت کے قابل ہے۔ وہ ابوبکر صدیق ہے

فرمایا بلاؤ حضرت ابوبکرؓ کو۔ میرے پیارے نبی نے حضرت ابوبکر کو بلایا۔ اور بڑی شدت سے فرمایا جا
نماز پڑھاؤ۔ میرے پیارے آقا نے ابوبکر کو مصلے پر کھڑا کیا۔ ان چند روز کی حیات طیبہ میں جناب
صدیق اکبر نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ ایک نماز ایسی بھی کی۔ کہ رسول اکرم نے دیکھا۔ ابوبکر
امام۔ عمر مقتدی۔ عثمان مقتدی۔ علی مقتدی۔ عبدالرحمن بن عوف مقتدی۔ عبداللہ ابن مسعود
مقتدی۔ کالا بلال مقتدی۔ میرے نبی نے حضرت عائشہ کے حجرے سے نقاب اٹھایا۔ مسکرا کے فرمایا
عائشہ کتنا اچھا لگ رہا ہے میرا ابوبکر۔

(5) خلعت نبوت۔ میرے پیارے آقا نے خلعت نبوت اتار دیا۔ خلعت نبوت رکھ دیا۔ میرے آقا اپنے
یاران نبوت کو زمین مدینہ کو کیسا بیوہ کر کے تشریف لے گئے۔ آج تک حدیث گواہ ہے۔ کہ میرے
پیارے صدیق امامت کرا رہے ہیں۔ اور نبی آ رہے ہیں۔ صدیق اکبر کو معلوم ہوا۔ کہ وقت کا
نبی آ گیا۔ مسکینوں کا نبی آ گیا۔ عرب کا چودھری آ گیا۔ عجم کا رسول آ گیا۔ امن و سکون کا پیکر آ گیا۔
ذرہ ذرہ کا مسیحا آ گیا۔ ہم سب کا رہبر آ گیا۔ ہم سب کا راہنما آ گیا۔ اب تو رب کا کعبہ آ گیا۔
تو صدیق اکبر مصلے سے پیچھے ہٹنے لگے۔ میرے نبی نے فرمایا اپنے مقام پر رہو۔ ابوبکر اپنے
مقام پہ کھڑے رہو۔ ہم ہی ملت کے دیوانے۔ مگر نبوت کی تعظیم کا میرے صدیق اکبر نے
جب نماز ختم ہوئی تو قریب آ کر عرض کی یا رسول اللہ لوگ کیا کہیں گے ابھی آگے نبی تھے

فرمایا ابوبکر۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ سے آیت قرآن اس بات پہ گواہ ہے۔ کہ تمہارے لیے بہترین نمونہ عمل رسول کی ذات ہے۔ جس نے امت کو نمونہ دیا ہے۔ یعنی جہاں نبی ہو نبی ہوتا ہے۔ ابوبکر میں امت کا نبی ہوں۔ جس جہاں نبی ہوں میں نبی ہوں۔ جس نے امت کو نمونہ حیات دیا ہے۔ جو میرے صدیق کو اسی طرح امام مانے گا وہ میرا ہے۔ جو اس طرح امام نہ مانے گا وہ میرا نہیں۔

(۲) صدیق کا مقام: حضرت ابوبکر صدیق اکبر کا مقام تو میرے نبی نے فرمانے حدیث میں بلند کیا۔ اور فرمایا۔ یا ابابکر انت صاحبی فی الدنیا و فی الآخرۃ۔ اے ابوبکر۔ تو میرا دنیا کا دوست ہو ہے اور آخرت کا بھی دوست ہے۔ دوست وہ نہیں ہوتے جو مشکل وقت میں بھاگ جائیں دوست وہی ہوتا ہے جو ہر وقت ساتھ ہو۔ خوشی میں ساتھ غمی میں ساتھ۔ مسرت میں ساتھ موت میں ساتھ۔ ہجرت میں ساتھ۔ دکھ میں ساتھ۔ جوانی میں ساتھ۔ بچپنے میں ساتھ۔ مدینے میں ساتھ۔ بدر میں ساتھ۔ خندق میں ساتھ۔ تبوک میں ساتھ۔ حنین میں ساتھ۔ طوفانوں میں ساتھ۔ قیام میں ساتھ۔ رکوع میں ساتھ۔ سجدے میں ساتھ۔ بیابانوں میں ساتھ۔ کہساروں کی بلندیوں میں ساتھ غاروں میں ساتھ۔ آج تک مزار میں ساتھ۔

ہم حضرت علی کے ماننے والے ہیں۔ یعنی نبی نے میرے علی کا نام حیدر رکھا۔ کیا مطلب

ہوتا ہے کہ میں ڈر۔ اے پیارے جو چار کونے مانیں گے۔ جب حیدر کو پکاریں گے تو چار
کا لفظ زبان پر آ جائے گا۔ یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ علی جیسا نہیں بنا اور نہ ہی بن سکتا ہے۔
آج پوچھا جاتا ہے حضرت علی نے بڑی جنگیں لڑی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے کوئی جنگ لڑی۔
حضرت عمر نے کوئی جنگ لڑی۔ ربانی کہتا ہے ایسے اعتراضات نہ کرو۔ جہاں علی وہاں صدیق
جہاں علی وہاں عمر۔ جہاں عمر وہاں عثمان۔ تاریخ میں کوئی ایسا باب نہیں ہے۔ جہاں علی ہو
اور صدیق نہ ہو۔

اور مدینہ میں سجدہ کر رہا۔ مدینہ میں بیت المقدس قبلہ تھا۔ دو مہینے وہاں رہے۔ کیا چاہتے
تھے کہ ان میں ایک قبلہ بیان دو کہ۔ جواب آیا۔ میرے پیارے جس طرف اقدس کی طرف منہ کر کے
نماز پڑھ رہے تھے۔ یہودی کا گزر ہوا۔ یہودی کہنے لگے۔ دیکھو جی یہ کیسا ہے جس کے دین
والے تو اپنے قبلہ پر رہ۔ یہ کیسی شان ہے۔ میرے نبی نے آسمان کی طرف دیکھا۔
اے رب کائنات سن لیں۔ فرمایا چلیں گے یہ قبلہ تھا۔ ذرا لفظ پر غور
کریں۔ فرمایا پیارے جو تیری مرضی۔ جو تیری رضا۔ کہتے ہیں آگے۔ رب نے کیا حوالہ
جو تیری رضا۔ وہ ہماری رضا۔ آج ہم زمین پر چل۔ حوالہ جو تیری رضا میری رضا۔ لوگ
بتاؤ محترم ہو گا۔ مرضی کی حوالہ جو تیری رضا میری رضا۔ ابراہیم آگ میں جھونک دیا گیا پڑے گا

مولا جو بھی رضا ہے میری رضا ہے۔ اسماعیل گردن میں خنجر کی آرزو میں ہے مولا جو بھی رضا ہے میری رضا ہے۔
یوسف زلیخا ہمراہ کریں گے، جیل جانا منظور ہے مولا جو بھی رضا ہے میری رضا۔ یعقوب بیٹھ
بیٹے کے فراق میں آنکھوں کی بینائی واپس لوں گا۔ مولا جو بھی رضا ہے میری رضا۔ یونس کی چالیس
دن ٹھیک کاٹے۔ مولا جو بھی رضا ہے میری رضا۔ یونس مچھلی کے پیٹ میں آرام سے رہے۔ وقت مقررہ پہ
نکالوں گا۔ مولا جو بھی رضا ہے میری رضا۔ جتنے انبیاء علیہم السلام آئے۔ سب نے کہا۔ اے رب
العالمین۔ جو بھی رضا ہے ہماری رضا۔ لیکن جب قبلہ بدلنے کی باری آئی، تو رب نے کہا
مدینے والے۔ جو بھی رضا ہے تیری رضا۔ چلو بیت المقدس قبلہ تو رکھتا۔ پیارے دیکھ کس بات کی ہے
جدھر تیرا چہرہ ہوگا۔ ادھر ہمارا بیت اللہ ہوگا۔

نوجوانو سنو۔ آج تذکرہ بھی وہ بیان کر رہا ہوں۔ کہ میرے نبی کریم نماز کی حالت
میں کھڑے ہیں۔ کعبے کی طرف رخ منسوب کیا۔ مکے کی طرف رخ منسوب کیا۔ صحابہ نے دیکھا نبی کریم
تو کچھ پیچھے کھڑے گئے۔ جب نماز ختم ہوگئی۔ میرا آقا نے کہا کہ ابن ابی طالب کہاں
ہے میرا علی۔ حاضر ہوں۔ فرمایا تو علم کا دروازہ ہے۔ جس نے تو منع کیا ہوا۔ ہم نماز میں
ادھر ادھر نہیں دیکھنا۔ تم سے رہا نہیں گئے۔ عرض کی یا رسول اللہ میں اکیلا تو نہیں کھڑا ہم
میرے ساتھ یار کھڑے۔ تو آپ کو دیکھ کر میں بھی کھڑا۔ علی تو جانے جدھر ہے نبی ادھر دین۔

میرے نبی نے فرمایا۔ یہاں تمہارے ساتھ کون تھا۔ فرمایا میرے ساتھ عثمان غنی تھا۔ مگر ختم نبوت اُن کی، عثمان
نے بیٹے نماز میں کیوں پھیرے۔ عرض کی آقا میں اکیلا تو نہیں پھیرا۔ آپ کا داماد ہوا میرے ساتھ تھا۔
میں پھیرا تو میں بھی پھر گیا۔ میرے نبی نے فرمایا عمر دار ارقم میں بھی میں سبق سکھایا تھا۔ کیوں
پھیرا نماز میں۔ عرض کی آقا۔ میں اکیلا تو نہیں پھیرا۔ آپ کے سسر جناب صدیق اکبر میرے ساتھ کھڑے
تھے۔ وہ پھیرے تو اُن کو دیکھ کر میں بھی پھر گیا۔ میرے پیارے آقا ارشاد فرمایا میں ابوبکر۔
توجہ کر۔ پوچھنے والا نبی جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ امتی۔ پوچھنے والا امت کا شفیق
جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ سنیوں کا صدیق۔ فرمایا نماز میں کیوں پھیرے ابوبکر۔ عرض کی
کی میرے باپ آپ کے نام پہ قربان۔ ہم کو کیا خبر ذرا ادھر ہے کہ ادھر۔ آپ نے فرمایا ادھر
ہم نے کہا ادھر۔ آپ نے کہا ادھر ہم نے کہا ادھر۔ جب آپ پھر گئے آپ نے اشارہ کیا ادھر
ہم نے کہا ادھر۔ یا رسول اللہ جدھر تم ادھر ہم۔ میرے نبی نے ابوبکر کو سینے سے لگا
جن کا سینہ ختم نبوت کا سینے سے لگا ہو۔ فرمایا اے ابوبکر تو نے [افضلیت کی دستار و دی] میرے تحت نماز میں
میرے طریقے پر عمل کیا ہے، آج سے تو سنت و الجماعت ہے ہم اسی دن سے سنی بنے
ہیں جب سے قبلہ بدلا ہے۔

(8) ہمارا تعلق ہے اولیاء کرام سے ہے۔ اولیاء کا تعلق حضرت علی سے ہے۔

حضرت علی کا تعلق حضرت عثمان سے ہے۔ حضرت عثمان کا تعلق جناب عمر سے ہے۔ حضرت عمر کا تعلق صدیق اکبر سے ہے۔ صدیق اکبر کا تعلق مصطفیٰ سے ہے۔ اور مصطفیٰ کا تعلق خدا سے ہے۔ ہم بے سہارا نہیں۔ میرے پیارے آقا نے فرمایا۔ اے میرا ابو بکر دنیا میں جو مجھ سے محبت کرے گا۔ جیسے اپنی ختم نبوت کی مشعل۔ قیامت کے دن وہ جس دروازے سے آئے گا۔ پانچ نمازیں پڑھتا ہو۔ قرآن کی تلاوت کرتا ہو۔ مجھ سے محبت کرے۔ جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے۔ جس دروازے سے آئے گا۔ میں بھی اس کا استقبال کروں گا جس کا استقبال نبی کرے۔

(4) صحابہ کرام کے قدموں میں آنا پڑے گا۔ ڈاکٹر کی تعریف کرو مریض ہی خوش ہوتا ہے۔ کوٹ کی تعریف کرو۔ درزی خوش ہوتا ہے۔ کرسی کی تعریف کرو۔ کاریگر خوش ہوتا ہے۔ مکان کی تعریف کرو۔ معمار خوش ہوتا ہے۔ مرید کی تعریف کرو۔ پیر خوش ہوتا ہے۔ شاگرد کی تعریف کرو۔ استاد خوش ہوتا ہے۔ صحابہ کی تعریف کرو۔ مدینے والا خوش ہوتا ہے۔ میرے نبی کریم نے فرمایا۔ اے لوگو ابو بکر میرا۔ عمر میرا۔ عثمان میرا۔ علی میرا۔ طلحہ میرا۔ زبیر میرا۔ خبیب میرا۔ خباب میرا۔ ہر کالا بلال میرا۔

میں کہتا ہوں کہ جس نے کہا۔ میں اللہ کا ہو گیا۔ اللہ بھی [illegible]۔ اللہ کا ہے

محمد میرا نہیں۔ کہا میں اللہ کا ہوں۔ اللہ نے کہا میرا نہیں۔ اب قرآن تو یہ بتا ابوجہل اللہ کا بندہ ہے۔ مگر اللہ فرماتا ہے لعنت۔ ابولہب اللہ کا بندہ ہے۔ مگر اللہ فرماتا ہے تبت یدا ابی لہب آگ لگ گئی۔ عرض یار ابوجہل فرمایا میرا نہیں۔ ابولہب فرمایا میرا نہیں۔ یار اب میرا کون ہے۔ فرمایا ابوبکر میرا۔ عمر میرا۔ عثمان میرا۔ علی میرا۔ طلحہ میرا۔ زبیر میرا۔ مصعب میرا۔ خباب میرا۔ عمار میرا۔ یاسر میرا۔ حذیفہ یمانی میرا۔ ابوذر میرا۔ کالا بلال میرا۔

(اب) نبی کا دربار۔ جو بھی آ کے در اقدس پہ آیا کا حساب ہو گیا۔ ذرہ تھا ستارہ بن گیا۔ فرش کی عرش بن گیا۔ بوند تھی لہر بن گیا۔ لہر تھی موج بن گیا۔ موج تھی دریا بن گیا۔ دریا تھا سمندر بن گیا۔ بیابان یار ابوبکر تھا۔ صدیق اکبر بن گیا۔ عمر تھا فاروق اعظم بن گیا۔ عثمان تھا جامع القرآن بن گیا۔ علی تھا حیدر کرار بن گیا۔ بلال غلام تھا۔ ساری دنیا کا امام بن گیا۔

کون کہتا ہے کہ حضرت عمر تلوار لے کر آئے۔ غلط کہتے ہیں۔ ان تاریخ والوں نے تاریخ کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ ان لوگوں کو رب کی عدالت میں ایک دن جواب دینا پڑے گا۔ جو کہتے ہیں حضرت عمر تلوار لے کر آئے۔ حضور کو قتل کرنے آئے تھے۔ ربانی پوچھتا ہے۔ ہم رسول اللہ کے ماننے والے ہیں۔ ہم صحابہ کے گرا ہیں۔ اتنی عمر حضرت عمر مکے میں تھے۔ پہلے تلوار لے کر آ جاتے۔ اس وقت تلوار اٹھا لی جب بتوں نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی۔

میلے تلوار اٹھا لیتے جیسے ارادہ قتل کر لیتے۔ مگر اس وقت تلوار اٹھائی جب رسول اللہ نے کہا تھا اے
اللھم اعز الاسلام بعمر الخطاب۔ یا پھر شاید عمر یا عمرو سے۔ جب عرش سے نبی کے ہاتھ اٹھے تو انکی تلوار
کا تیور انتہا پہ تھا حضرت عمر ہیں۔ ہاتھ میں تلوار لی حضرت عمر نے چل نکلے کہاں جا رہے
ہو۔ مسلمانوں کے نبی کے پاس۔ پہلے گھر کی خبر تو لو۔ کیا ہوا۔ تیری بہن پھرا ہوا ہے۔ اسی نبی
کا کلمہ پڑھ رہی ہیں۔ فوراً پلٹے آ کر بہن کے دروازے پہ کان لگایا۔ اندر سے کلام رب عالم
منزل کی آواز آ رہی تھی۔ دستک دی۔ ابھی پردے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔
حضرت خباب کو چھپا لیا گیا۔ بہن نے دروازہ کھولا۔ عمر نے ننگی تلوار کر کے کہا۔ بہن سچ بتانا
کیا پڑھ رہی تھی۔ بہن نے للکار کر کہا۔ بھائی۔ تیرے جسم پہ گوشت کا لباس ہے۔ ہڈیاں
ٹوٹ سکتی ہیں۔ جسم کا قیمہ قیمہ ہو سکتا ہے۔ وجود سے خون کے فوارے نکل سکتے
ہیں۔ مگر رسول اللہ کا کلمہ سینے سے نہیں نکل سکتا۔ نبی کی ختم نبوت دل و دماغ میں درج
کی ہے۔ اللہ کی توحید کا اعلان عام کر چکی ہوں۔ بھائی نے مارا۔ بہن گرنے لگی پر وہ
نشہ پینے سے ترشی اتارا۔

نبی کو دل فدا کر چکی ہوں۔ جو قرض تھا۔ ادا کر چکی ہوں۔

آخر کہنے لگا۔ مجھی کلام مجھے کیں سنا دو۔ کیا ادب سے بیٹھنا پڑے گا۔ گردن کو جھکانا

پڑھنا ہوگا۔ پہلے غسل کرنا پڑے گا۔ پھر وضو کرنا پڑے گا۔ غسل کیا، وضو کیا، ادب سے
بیٹھے تو بہن نے سورۃ طٰہٰ کی آیات ربانی تلاوت کی۔ آنکھوں میں نم۔ چہرے پہ الم
دل میں غم۔ بہن اشک تو میں کھولا رہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ بشر کا کلام نہیں۔ مجھے
بھی لے چل۔ تلوار اسی طرح لٹکائی ہوئی ہے۔ بہن ساتھ آ رہی ہے۔ کچھ درویشوں نے دیکھا
سہمے ہوئے حضرت حمزہ نے قریب آ کر لیا۔ وہ دیکھو بلا آ گئی۔ جبرائیل امین کو رب نے
بھیجا۔ کہ ان سے کہہ دو۔ بلا نہیں آئی، محمد کی دعا آ گئی۔

دوستانِ محترم جب قریب آ گئے تو سامنے نے کھڑے ہو کر دامن کھینچا۔ فرمایا عمر
ومارتا کس نیت سے آپ کس نیت سے آئے ہو۔ حضرت عمر قدموں میں گر پڑے۔ جہنم سے
بچا دو۔ جنت کا دروازہ دکھا دو۔ غیروں سے بچا لو۔ اپنا بنا لو۔ گنہگاروں کی معافی
دلانے والو مجرم کو رب سے ملا دو۔ صحابہ نے بلند آواز سے نعرہ تکبیر بلند کیا۔
جنت کی حوروں نے جواب دیا۔ کون نعرہ لگا رہا ہے۔ رسولوں کا رسول۔ دنیا انسانیت
کا راستہ، آج کیا ہو رہا ہے۔ عمر نے دائرہ اسلام میں قدم رکھا۔ تلوار کا نشانہ تھا۔
اسلام میں رسول کی غلامی کا نشانہ تھا۔ اللہ نماز ظہر کا وقت ہے۔ عمر نماز پڑھو۔
الصلوۃ معراج المومنین۔ نماز مومنوں کی معراج ہے۔ نماز مسلمان اور کافر کے

درمیان فرق کرتا ہے۔ اشعونمات پڑھو۔ آقا کلمات پڑھیں گے۔ فرمایا ارشم صحابی نے کہا۔

تو ادب سے عرض کی یا رسول اللہ آج تک آپ حبیب کے پیچھے رہے۔ اب عمر نے کلمہ پڑھ لیا

اب حبیب کے آگے نہیں۔ اب کعبے کی دیوار پر چڑھ کر بلال کی آذان ہوگی۔ مگر عمر کی اجازت ہوگی۔

تاریخ اسلام اس بات پر گواہ ہے۔ سب سے پہلے خانہ کعبہ کے اندر جو نماز پڑھی گئی وہ حضرت

عمر کے آنے سے پڑھی گئی۔

(11) مسجد اقصیٰ۔ آج پھر مسجد اقصیٰ تڑپتی رہی ہے حضرت عمر کے آنے کو۔ آج

دنیا حضرت عمر کے خلاف بات کرتی ہے۔ لوگوں خدا کے واسطے صحابہ کی عزت کرو۔ نماز کے

عادی بنو۔ قرآن کے قاری بنو۔ رسول پر درود پڑھو۔ ہم نبی کی تعریف کر رہے ہیں۔

صحابہ کی تعریف کر رہے ہیں تو فرشتے عرش کے گواہ ہو رہے ہیں۔

(12) حضرت عثمان کا کنواں۔ جب نبی کریم مدینہ میں آئے۔ تو مدینہ میں ایک ہی کنواں

تھا۔ جو یہودی کے قبضے میں تھا۔ یہودی پانی کو بیچتا تھا۔ ایک وقت آیا مسلمانوں کو پیسوں کے

بدلے بھی بند کر دیا تھا۔ میرے نبی صبح کی نماز کے بعد مسجد کی محراب پہ کھڑے ہو گئے فرمایا

ہے کوئی میرا دوست۔ یہودی سے کنواں خرید لے۔ مسلمانوں کو وضو کے لیے پانی کی تکلیف

ہے۔ حضرت عثمان صحابہ میں کھڑے ہو گئے۔ یا رسول اللہ ہر کام کو وقف کا ... میرے لیے دعا

فرمایا۔ میرے بھائی نے دیا مسلمان خدا تیری مدد کرے گا۔ حضرت عثمان غنی گو گئے۔ جا کر بیچ دیا مگر
کی ساری دولت اکھٹی کر لی۔ یہاں تک کہ جوتے بھی لباس بھی بیچ دیا تھا۔ جب بھی بیچ دیا۔ 32 ہزار سونا کا
درہم اکھٹے کئے۔ جا کر یہودی کے دروازے پر دستک دی۔ یہودی۔ میں دلی میں کنواں خریدنا
آیا ہوں۔ اس نے قہقہہ لگایا۔ اس نے مذاق کیا۔ مسلمان تو ایسا ہیں وہ نہیں خرید کر سکتے۔
فرمایا دیا تو مانگ۔ یہودی سوچ کر کہنے لگا آدھا کنواں بیچوں گا۔ بیچو آدھا کنواں بھی ٹھیک ہے۔
جب ایک دن پانی تو بھر لینا۔ دوسرے دن میں بھر لوں گا۔ عثمان نے سوچ کے فرمایا۔ اچھا
بیچ منظور ہے۔ کتنے پیسے چاہیں۔ کہنے لگا پندرہ ہزار درہم۔ حضرت عثمان مسکرائے
ہے مجبوری میں شہر کا تنگ ہے میرا مسلمان کوئی پیاسا ہیں۔
میں تو 32 ہزار لے کر آیا تھا۔ تو سارا بھی پندرہ ہزار مانگے۔ پندرہ ہزار دیتے گیا
یہودی کہنے لگا ہے کل پانی میں بھر دوں گا۔ پرسوں تو بھر لینا۔ اب یہودی پانی بیچ رہا ہے
سب پانی خرید رہے ہیں۔ جس کے پاس کچھ ہے کچھ دے رہا ہے۔ جس کے پاس کپڑا ہے
کپڑا دے رہا ہے۔ جس کے پاس درہم ہیں درہم دے رہا ہے۔ دوسرے دن میرے عثمان کی
باری آئی۔ مدینے کی مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کیا۔ او مدینے کے رہنے والو
جو بھی اپنے ہو کر پیاسے ہو۔ چھوٹے ہو یا بڑے ہو۔ منافق ہیں یا مومن ہو۔ آ کر کنواں

پیاسا پھرتا۔ رسول اللہ کا تشنگ جا رہا ہے۔ جاؤ پانی لے کر آؤ۔ کوئی صحابی بیٹھے ہیں؟ کوئی سیدہ پہنچا۔
میری اُمت کے نوجوانوں تمام عورتوں نے کہا، یہ پانی صرف مل گیا۔ انہوں نے دوسرے دن کا
یہودی نے پانی لے لیا۔ تیسرے دن یہودی پانی لا کے کر چلا یہ پانی پلا دی۔ آنحضرت نے کہا۔ یہ سن کر یہودی نے کنواں
مکمل یہ عثمان کی باری ہو گئی۔ یہودی شرمندہ ہوا۔ آ کر عثمان غنی کے دروازے پر دستک دی کہا
آدھا کنواں بھی خرید لے۔ چار ہزار درہم پر سودا ہوا۔ جب کنواں خرید لیا۔ حضور کے پیچھے
نماز پڑھی صبح کی۔ جب حضور نماز پڑھا چکے۔ تو حضرت عثمان غنی کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے
یا رسول اللہ آپ کے نام پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ میں نے یہودی سے پورا کنواں خرید لیا
ہے۔ اور آپ کے نام پر وقف کر دیا ہے۔ میرے آقا نبی نے نبوت والے ہاتھ اٹھائے
اللہم یا رب السموات والارض۔ میرے نبی نے فرمایا۔ اے زمین و آسمان کے خلاق۔
تو دلوں کے راز جانتا ہے۔ آج میں عثمان سے خوش ہوں۔ میرا علی بھی خوش ہے۔ تو جواب
دے تو بھی خوش ہے؟ اللہ نے فرمایا، جبرئیل میرے نبی سے کہہ دو۔ رضی اللہ عنہ
رضی عنہ۔ اگر علی بھی راضی۔ نبی بھی راضی۔ تو میں خدا بھی راضی۔ تو عثمان سے
پوچھو عثمان مجھ سے بھی راضی ہے یا نہیں۔

یہ وہ کنواں تھا۔ جس کا پانی امام حسین نے پیا۔ امام حسین نے

دیا۔ مولا علی نے پیا۔ یہی وہ کنواں تھا جس کا پانی رسول اللہ نے پیا۔ ساری زندگی اہل بیت
حسین نے کنویں سے پانی پیتے رہے۔ ہم اس کو کالا پانی دیتے رہے ہو۔ قیامت کے دن علی تم کو کیسے اپنے قریب
آنے دے گا۔ علی یہیں فرمائے گا میں نے ساری زندگی اس کے کنویں کا پانی پیا۔ یہودی نے پانی پیا
جب آئے گھونٹ ہوا گیا۔ اسی میں پانی عثمان کے کنویں کا لایا۔ جنت کی بشارت جب آیا گھونٹ پی لی۔
سعادت اسلام کی سب سے بڑی چادر تطہیر کی مانند۔ جب آیا گھونٹ اس میں پانی حضرت عثمان کے کنویں
کا تھا۔ وہی پانی پی کر حسین کربلا کے میدان میں آیا۔ کربلا کے میدان میں جو شجاعت بہادری
کے کمالات دکھائے۔ وہ عثمان کے کنویں کا پانی کا جاہ و جلال تھا۔ ہم کہتے ہیں آؤ علی علی کرو
ہم دوسروں کی تعریف کرو۔ نماز کا عادی بنو۔ قرآن کا قاری بنو۔ حضرت علی نے جس طرح صبر
کیا ہے۔ اسی طرح صبر کر کے دکھاؤ۔

(B) علی صابر ہے۔ جب حضرت پہ وار ہوا۔ عبدالرحمن ابن ملجم نے تلوار ماری۔ تو دوسرے
حضرت امام حسین نے شہد کا پیالہ دیا۔ ابا جان زخم گہرا ہے۔ مہربانی کریں لبوں سے
لگائیں۔ تو میرے پیارے مولا علی نے فرمایا۔ بیٹا ساری رات انتظار کرتا رہا۔ عبدالرحمن
میرا قاتل۔ فرمایا پہلے میرے قاتل کو دے کہیں میرا قاتل رات کا بھوکا ہو، اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے والا ان الانسان لفی خسر۔ —— قسم ہے زمانے کی

انسان تو گھاٹے میں ہے۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ جنہوں نے نیک اعمال کیے۔ اور جو حق پر جمے رہے۔ اور جنہوں نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ الا الذین امنو سے مراد صدیق اکبر ہیں۔ وعملوالصلحت سے مراد عمر خطاب ہیں۔ وتواصوا بالحق سے مراد عثمان غنی ہیں۔ وتواصوا بالصبر سے مراد مولا علی ہیں۔

ہم سب کے جاننے والے۔ صحابہ آپس میں شروع ہی سے ساتھ تھے۔ جو صحابہ کے ذکر کا گھر بن گیا نبی نے انکو سینے سے لگا لیا۔ دربار نبوی مسجد نبوی اللہ کا گھر ہے اس گھر میں صحابہ کا ذکر ہے۔ ذکر صدیق ہے۔ ذکر عمر ہے۔ ذکر عثمان ہے۔ ذکر علی ہے۔ ذکر نبی۔ ذکر اہل بیت ہے ذکر رسول ہے۔

آ:2 انگریز کہتے ہیں ہم نے ٹیلی فون بنایا ہے۔ مسلمان سائنسدان نے پہلے کوئی ٹیلیفون بنایا عین سینا میں ذرا یوں ہی ہو۔ مسلمان سائنسدان بات کرتے ہیں۔ عمر سامنے نہیں تھے فاصلوں کو ٹیلیفون کی ضرورت نہیں۔ دین نے بنایا۔ تم نے ٹیلیفون لگایا کس طرح۔ کہنے لگا ہم نے ٹیلیفون بنایا تار بچھا کر۔ جہاں تار نہیں جاتی۔ وائرلیس سسٹم تمام بنایا۔ خلاؤں میں آواز کو بھیجا۔ عمر دوسرے وائرلیس نظام کے ذریعے آواز کو کھینچ لیا۔ جس نے اپنا سفر نبی کا دفاع (دل کی) تو وہ یا ساریۃ الجبل۔ میرے عمر کو تاروں کی ضرورت نہیں۔ وائرلیس سسٹم فرد

نہیں جسم نبوی کے مہر پر مہر لگا رہا ہے۔ یا ساریۃ الجبل۔ او ساریہ پہاڑ کے پیچھے ہٹ جا۔ دشمن حملہ کر رہا ہے۔ اُن کو ناسا کی ضرورت نہیں۔ اُن کو وائرلیس سسٹم تک کی ضرورت نہیں۔ آج دنیا کو ائیر کنڈیشنر بنگلوں کی ضرورت ہے۔ دنیا کو ٹیلی ویژن کی ضرورت ہے۔ ٹیلی ویژن کیپیٹل سٹوروں کی ضرورت ہے۔ خلاؤں کی ضرورت ہے۔ وائرلیس سسٹم (ان) کی ضرورت ہے۔ ناسا کی ضرورت ہے۔ مگر میرا نبی نہ ناسا کا محتاج۔ نہ وائرلیس سسٹم کا محتاج۔ میرا نبی بیٹھا مسجد میں ہے۔ مگر بلال کی آواز سن رہا ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے جب ہم نبی کی تعریف کرتے ہیں تو ہمارا نبی خوش ہوتا ہے۔

دوستان محترم۔ آپ ہم نبی کا کرم ہے۔ اللہ فرماتا ہے جب بخشنا چاہتا ہوں اپنے پیاروں کی محفل میں بھیج دیتا ہوں۔ پھر فرشتوں سے پوچھتا ہوں بتاؤ کہاں سے آئے ہو۔ حالانکہ خود ہی پوچھتا ہے خود ہی جانتا ہے۔ میں نے ایک عالم سے پوچھا۔ حضرت یہ حدیث میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔ اللہ فرشتوں کو علیم بالذات خود ہے۔ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہاں سے آئے ہو۔ اللہ قدیر ہے سمیع بصیر ہے۔ علیم ہے خبیر ہے۔ مومن ہے مومنین ہے۔ اول ہے آخر ہے۔ ظاہر ہے باطن ہے۔ اندر سے باہر ہے۔ وہ کہنے لگے یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ کسی کا بیٹا ہو تو اس کا نام عبدالعزیز، عبدالغفور، وغیرہ۔ جیسے معوذ اسا

بڑا ہو جا کے نام بابا اس کو کہتے ہیں بڑا لڑکا کے نام۔ نام رکھتا خود ہے۔ بچہ پیدا ہوا نام رکھا۔ عبد الرحیم
عبد الرحمٰن۔ رسول بخش، کریم بخش۔ اور جب بڑا ہو، کہتے ہیں بڑا لڑکا سے پوچھتا ہے بیٹا تیرا
نام بتا، بڑا لڑکا نام ہے۔ رکھا تو تو نے خود ہے۔ پھر مجھ سے کیوں رہا پوچھ۔ جواب آتا ہے
محبوب ایسے ہیں تو محبت کی باتیں ہیں۔ جب پیارا رکھا ہوا نام میں بتاؤں گا۔ میرا دل خوش ہو جائے گا
اور تو جانتا ہے پہلے تو فرشتے تو خود ہی لے لیا۔ جب وہاں سے آتا ہے تو پوچھتا ہوں کہاں سے آئے
ہو۔ جب کہاں سے آئے ہو جہاں پر حسین کا ذکر ہو رہا تھا۔ پڑا سا نبی کے یاروں کا ذکر ہو رہا
تھا۔ جہاں نبی کی اہل بیت کا ذکر ہو رہا تھا۔ تو مجلس میں بندوں پہ غفور رحیم ہو جایا کرتا ہوں۔

ابوبکر صدیق۔ زندہ باد۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔

سب تو نور کا کنبہ اسی کو کہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں مرکز کے نور ہیں۔ صراط مستقیم ہے۔
ابوبکر کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ عمر کا راستہ صراط المستقیم ہے۔ عثمان کا راستہ صراط مستقیم ہے
علی کا راستہ صراط المستقیم ہے۔ جس پہ تنقید کرو سب کا راستہ ہے
میرے سب میں جمع کا ہوں۔

ایک آدمی کہنے لگا، ان کی بات کرو، جو چاند تک پہنچ گیا۔ میں نے کہا اس
نبی کی بات کرو جن کے قدموں میں چاند آگیا ہے۔ کہنے لگا نبی کے قدموں میں چاند

کس طرح آگیا۔ میں نے کہا۔ آپ سے ان کا پیار۔ قوم آمنہ کا لال۔ کیسا پیارا۔ پیارا آمنہ کا لال

دوستان محترم اللہ کا قرآن حق ہے نبی کی عظمت حق ہے صحابہ کی عظمت حق ہے۔ اہل بیت کی

طہارت حق ہے۔ ولیوں کی ولایت حق ہے۔ میرے شیخ بغداد کی ولایت حق ہے۔

دوستان محترم نماز کو ادا کرو۔ بڑوں کی عزت کرو۔ ماں کی عزت کرو۔ ماں کے قدموں میں

بیٹھا کرو۔ اللہ نے ماں کے قدموں میں جنت رکھی ہے۔

Molana Muhammad
Abbas Nazami

[signature]

12.3.02

حضرت عمر فاروق — عبدالوحید ربانی

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار

تاریخ صحابہ کرام میں جتنے بھی صحابہ ہیں۔ وہ معیار دین ہیں۔ جتنے بھی صحابہ ہیں وہ نبی کے مرید ہیں۔ تاریخ صحابہ یہ کہہ رہی ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق پیارے پیارے نبی کے مرید ہیں۔ حضرت جناب عثمان پیارے نبی کے مرید ہیں۔ حضرت علی نبی پاک کے مرید ہیں۔ سلمان فارسی نبی کے مرید ہیں۔ ابوذر غفاری مبارک آقا کے مرید ہیں۔ جناب انس بن مالک پیارے نبی کے مرید ہیں۔ سعد بن ابی وقاص پیارے نبی کے مرید ہیں۔ عشرہ مبشرہ صحابی پیارے نبی کے مرید ہیں۔ خصوصاً میدان بدر میں آنے والے سب حضرات پیارے نبی کے مرید ہیں۔ حضرت ابوہریرہ پیارے نبی کے مرید ہیں لیکن حضرت عمرؓ ایسے امتیازی صحابی ہیں۔ جو نبی کے مرید بھی ہیں اور مراد بھی ہیں۔

(۱) جنگ کے لیا۔ پیارے نبی نے حضرت عمر کو مانگ کے لیا۔ اللہ کے دربار میں التجا کی۔ اے پروردگار میں تیرا نبی ہوں۔ میں تیرا رسول ہوں۔ میں تیرا پیغمبر ہوں۔ تو نے مجھے دین اسلام کی اشاعت کے لیے بھیجا ہے۔ تو نے مجھے تبلیغ دین کے لیے بھیجا ہے۔ ہمارے مکے میں کفار کا بڑا زور ہے۔ مکے کے اندر کفر سیسے کی بنائی ہوئی دیوار بن کر سامنے آ رہا ہے۔ اور کافر مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ کافر

کہیں حضرت بلال کو تکلیف دے رہے ہیں۔ کہیں حضرت یاسر کو مار رہے ہیں۔ مسلمانوں پہ
ظلم ہو رہا ہے۔ اے کائنات کے خالق۔ تو زمین و آسمان کا مالک ہے۔ مکے میں دو
تو دو ہی ہیں۔ ایک ہشام کا بیٹا ہے۔ دوسرا خطاب کا بیٹا ہے۔ یا اللہ جو بڑا ہو
مرتبہ میں آ گئے۔ چاہے ہشام کا بیٹا دے دے۔ چاہے خطاب کا بیٹا دے دے۔

(د) نظر انتخاب۔ اے شاہی کی نظر انتخاب خطاب کے بیٹے پہ ہوا۔ خدا کی رحمت
حضرت عمر پہ ہوئی کہ جناب حضرت عمر رض رسول اللہ کے دربار میں آ گئے۔ آج دنیا کہہ
رہی ہے۔ بڑے بڑے ادیب لکھ رہے ہیں۔ بڑے بڑے ڈاکٹر کہہ رہے ہیں۔ بڑے بڑے
مولوی کہہ رہے ہیں۔ کہ جناب عمر تو تلوار لے کر حضور کو قتل کرنے آئے تھے۔
میں کہتا ہوں ہوش سے بات کرو۔ دنیا والو ذرا غور کرو۔ دنیا والو ذرا
غور کرو۔ اعتراض کرنے والو۔ حضرت عمر کی حالات زندگی پہ تنقید کرنے والو مجھے بتاؤ
کہ حضرت عمر اگر حضرت کے سامنے تھے۔ اس وقت تو تلوار نہ رکھا تھا۔ تلوار اس وقت
رکھا گیا۔ جب رسول اللہ نے دعا کی تھی تو رکھا گیا۔

میرے ساتھیو۔ جب رسول نے کہا۔ فرمایا اللھم اعز الاسلام بعمر او بعمرو
یا اللہ اسلام کو طاقت دے عمر سے یا عمرو سے۔ اللہ کی نظر انتخاب جناب عمر پہ

پڑا۔ یہ تلوار کا پیمانہ تھا۔ اصل میں یہ ہی کی غلامی کا نشان نہ تھا۔

حضرات محترم اللہ تعالیٰ آپکو عزت و عظمت سے نوازے۔ میں آپکی خدمت عالیہ میں عرض کرتا ہوں کہ جب رسول اللہ نے دنیا کی یہ حالت دیکھی کہ سرزمین مکہ کھلے جنگ کی جا رہی ہے۔ شرافت کا دامن تار تار کیا جا رہا ہے۔ حیا کے تقدس پہ حملے کیے جا رہے ہیں۔ انسانیت کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ مسلمانوں پہ ظلم کیے جا رہے ہیں۔ شرابی کعبۃ اللہ کے اندر ننگے طواف کیے جا رہے ہیں۔ شراب کو بیت میں بتوں کی پوجا کی جا رہی ہے۔ یا اللہ اب عمر کو یا عمر کو اسلام عطا فرما تو حضرت عمر پر اللہ کا کرم ہو گیا۔ میرے محترم بزرگو۔ یہ تلوار کا ٹکڑا نہ تھا ادھر نبی نے دعا کی نہ جانے کیا کیا اثر ہوا کہ ادھر حضرت عمر نے تلوار اٹھا لی۔ چلے راستے میں خباب نامی شخص ملے۔ پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ کہنے لگے مسلمانوں کے نبی کے قتل کو جا رہا ہوں۔ وہ کہتا ہے اللہ ایک ہے۔ زمین بنانے والا اللہ ہے آسمان بنانے والا اللہ ہے۔ چاند بنانے والا اللہ سورج بنانے والا اللہ ہے۔ ستاروں میں چمک دینے والا اللہ۔ خوشبو کو مہک دینے والا اللہ، پھولوں کو چمک دینے والا اللہ ہے۔ ان آدمیوں اور عورتوں کی ماؤں کے پیٹوں میں تمہاری تصویریں بنانے والا اللہ ہے۔ وہ واحد ہے کی بات

بات کرتا ہے کہ بیشک اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر کو جھکا کر۔ آج تلوار لے کر جا رہا ہوں۔ مسلمانوں کے نبی کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ معاذ اللہ معاذ اللہ۔ تو صاحب طبرستہ نے کہا ہوش کر عمر۔ تو قبیلے کا سردار بھی ہے سمجھدار بھی ہے۔ تیری بہن اور تیرا بہنوئی اس نبی کا کلمہ پڑھ چکے ہیں۔

(۱) آنکھوں میں خون = حضرت عمر کی آنکھوں میں خون اتر آیا جب بہن کا کلمے کی بات سنی۔ فوراً پلٹا۔ اسی طرح تلوار لیے بہن کے دروازے پہ دستک دی۔ اندر حضرت خباب ان کی بہن کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ ابھی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا۔ ان کو چھپا دیا گیا۔ بڑی جرات کے ساتھ دروازہ کھولا۔ جیسا عمر کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ کہنے لگا میں نے سنا ہے۔ تو نے آباء کے اول کا دین بدلا۔ عبدالمطلب کا پوتا وہ عبداللہ کا لخت جگر۔ جو اپنے آپ کو رسول کہتا ہے کیا تو نے عبداللہ کے بیٹے کو رسول مانا ہے۔ بہن نے کہا دنیا جانتی ہے۔ جس باپ دادا کو کہتا ہے اس باپ کی میں بھی بیٹی ہوں۔ جس باپ کا خون تیری رگوں میں ہے اسی باپ کا خون میری رگوں میں بھی ہے۔ اچھی طرح سن لو گردن کٹ سکتی ہے پیغمبر کی بات نہیں۔ جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو سکتا ہے۔ رگوں سے خون کا آخری

قطرہ نکل سکتا ہے۔ مگر دل کی گہرائیوں سے اس محمد عربی کا کلمہ نہیں نکل سکتا۔
حضرت عمر کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ تلوار کی میان سے مارنا شروع کیا۔
بہن نے کہا مار دے جا مار جا۔ محمد کو دل میں خدا کا محبوب مان
جو دین خدا کا ادا کر رہی ہوں۔
کہنے لگا تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ فرمایا اگر ٹوٹ جائیں میری ہڈیاں بہن جگر
کا دین نہ چھوڑوں گی کبھی۔ جب جناب عمر مار مار کے تھک گئے۔ کہنے لگے
بہن تجھ نے کونسی شراب پی ہے۔ جس کی مستی تیری آنکھوں میں چمک رہی
ہے۔ مجھے بتا سہی۔ بہن نے کہا بھائی تو نے وہ قرآن سنا نہیں ہے۔ تو نے وہ کلام
میں نے سنا ہی نہیں۔ قرآن کا ایک ایک لفظ اپنے اندر تاثیر رکھتا ہے۔ اچھا
پھر وہی کلام مجھے بھی سنا۔ کہا تیرا جسم ناپاک ہے۔ غسل کر
وضو کر۔ جناب عمر نے وضو کیا۔ ادب سے بیٹھا۔ بہن نے سورۃ طٰہٰ کی آیات
تلاوت کیں۔ تاریخ کہتی ہے اس بات پر گواہ ہے۔ کہ جب سورۃ طٰہٰ کی آیات
پڑھی جا رہی تھیں۔ تو قرآن مجید کی تاثیر سے جناب عمر کی آنکھوں سے آنسو
امڈ رہے تھے۔ جب بہن نے تلاوت ختم کی۔ کہنے لگا بہن یہ کلام بے مثال ہے

ہمیں بتایا جو ہم پر نازل ہوا جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہنے لگا جلدی کرو مجھے اس کے
دربار میں لے چل۔ ہمارے آقا و مولا ملجا و ماویٰ سید المرسلین جناب محمد رسول اللہ
حضرت ارقم صحابی کے گھر میں چھپ کر عبادت کر رہے تھے۔ ہم چلے۔ بھائی ساتھ تھے۔
کچھ دیر چلنے کے بعد میں نے ایک جسم شرافت کی میں ماننے والی ہوں۔ اس شریعت کا
تعالیٰ تو ہی ہے کہ مبارک ہو آگے چلے۔ بہتر اعمال آگے آگئے۔ ہاتھ میں ننگی تلوار ہے۔ صحابہ
کرام نے دیکھا تو بڑے ادب سے عرض کی۔ وہ دیکھو ابن خطاب آگیا۔ کیوں کیا کا دور
ہے۔ کیونکہ عمر کا سر زمین پر۔ بعد ازاں عمر کے ہیں رشتے والے ہیں۔ جناب عمر کا رعب اور
دبدبہ تھا۔ انہوں نے کہا ابن خطاب آگیا۔ جبرائیل نے سدرۃ المنتہیٰ سے آواز دی
حبیب رسالت کا جواب آگیا۔ انہوں نے کہا دیر کر کی بلا آ گئی۔ فوراً بلا بھیں آگے کا غبار
نبی کی دعا آگئی۔ حضور سرور کائنات ﷺ حضرت ارقم کے گھر سے باہر تشریف لائے
آکر جناب عمر کا دامن پکڑ کر جھنجوڑ دیا۔ عمر۔ جلدی کر کس نیت سے اب کس نیت
سے آئے ہو۔ عمر جواب دو۔ کیا ارادہ ہے۔ عرض کی گناہوں کی معافی مانگنے
آیا ہوں۔ مجھے جہنم سے بچا دو۔ جنت کا در دکھا دو۔ میرے گھر والوں کو اللہ کے
دربار میں حاضر کر دو۔ حضرات احادیث میں پڑھا ہوگا موجود ہے کہ عمر فاروق

کا وقت قریب تھا۔ جناب امام الانبیاء خاتم المرسلین اس دنیا کے آخری شب
ہادی اسلام نے فرمایا علی وضو کر۔ نماز عصر کا وقت قریب ہے۔ بڑے ادب سے
عرض کی یا رسول اللہ۔ نماز عصر ہم کہاں پڑھیں گے۔ فرمایا خانہ کعبہ اپنی پوری آب
و تاب پر ہے۔ کافر مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ ہم ارقم بن ارقم کے گھر چھپ چھپ
کر نماز پڑھتے ہیں۔ محترم بزرگو۔ تاریخ مکہ کا ایک ایک لفظ گواہ ہے
لفظ کا ایک ایک حرف گواہ ہے۔ حرف کا ایک ایک نقطہ گواہ ہے۔ نقطے کا ایک
ایک شوشہ گواہ ہے کہ جناب علی مجسمہ ادب بن کر کہتے ہیں۔ اے اللہ کے آخری
پیغمبر۔ جب تک عمر دور تھا دور تھا۔ آج عمر آپ کے در کا خادم بن چکا ہے۔ آج ہم
نماز عصر کعبہ میں پڑھیں گے۔ کعبے کی دیواریں بولیں گی۔ حرم کی ہوا ہو گی بلال
کی اذان ہو گی۔ امام محمد کی امامت ہو گی۔

(۳) دو قطاریں بنائی گئیں۔ ایک قطار کی قیادت جناب امیر حمزہ نے کی۔ دوسری
قطار کی قیادت جناب فاروق اعظم نے کی۔ آگے آگے رسول اللہ قائد بن کر چلے
جب حرم کعبہ میں پہنچے۔ تو ابو جہل نے حیران ہو کر کہا۔ مسلمانوں کو جرأت
کیسے ہوئی کہ حرم کعبہ کے اندر داخل ہوں۔ جناب فاروق اعظم آگے بڑھے۔

اور ابوجہل کی کھوپڑی کو ہلا کے کہا۔ مجھ سے بات کر۔ اگر بچوں کو تنگ کرتا ہے تو میرے بچوں کو ہاتھ لگا کے دکھا۔

محترم حضرات! اسلام کے اندر حرم کعبہ میں پہلی نماز اس وقت ہوئی۔ جب حضرت عمرؓ اسلام کے حلقے میں داخل ہو گئے۔ اور آج تاریخ اس بات پر ناز کرتی ہے۔ کعبہ آج کی دیواریں ناز کرتی ہیں۔ حرم کعبہ کی فضا ناز کرتی ہے کہ سب سے پہلے باجماعت نماز کعبہ میں پڑھی گئی۔ جو حضرت عمرؓ کے قبول اسلام لانے سے ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے ساری زندگی رسولؐ کی غلامی میں وقت گزارا۔ جب حضرت عمرؓ اسلام کے اندر داخل ہو گئے۔ تو کفار پر رعب و دبدبہ پڑ گیا۔ کہ اب تو عمرؓ آ گیا ہے۔ جناب عمرؓ میں جلال تھا۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں جلال تھا۔ کہ وہ دو دلوں میں جینے والے کا کام تھا۔ حضرت عمرؓ سب کے دلوں میں ہیں۔ حضرت عمرؓ بھی فخر حرم ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پرچم اسلام کو لہرا کر۔ دنیا کو بتا دیا۔ کہ جس نے محمد عربیؐ کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا۔ عمر اس کی آنکھ نکال دے گا۔ جو مسلمانوں کے خلاف آواز اٹھائے گا۔ اس کی زبان کو نکال دیا جائے گا۔ جناب عمرؓ آئے تو رسولؐ نے کہا میرا عمر فاروق اعظم

ہے۔ فرق کر دینے والا ہے۔ کفر اور اسلام کے درمیان۔ جائز اور ناجائز کے درمیان۔ ظلمت اور نور کے درمیان۔ منافق اور مومن کے درمیان۔

(ج) محبت کا عالم یہ دیکھو کہ رسول نے مکہ چھوڑ دیا۔ حضرت علی نے بھی مکہ چھوڑ دیا۔ نبی میدان بدر میں آئے تو علی بھی میدان بدر میں آ گئے۔ نبی احد کے پہاڑ پہ آئے تو علی بھی احد کے پہاڑ پہ آ گئے۔ نبی خندق میں آ گئے۔ تو علی بھی خندق میں آ گئے۔ نبی خیبر میں آئے تو علی بھی خیبر میں آ گئے۔ نبی مصلے پہ علی مصلے پہ۔ نبی مسجد میں علی مسجد میں۔ نبی جنگ میں علی جنگ میں۔ نبی واقعہ میں علی واقعہ میں۔ نبی میدان میں علی میدان میں۔ تاریخ اس بات پہ گواہ ہے۔ کہ نبی مزار میں تو علی ~~مزار میں~~ بھی آج تک مزار میں ہے۔

(د) حضرت علی کا مقام بہت بلند ہے۔ حضرات محبت کا عالم دیکھیے۔ مدینہ کی مسجد ہے۔ دو آدمی آ گئے۔ حضور صحابہ میں ایسے لگ رہے ہیں۔ جیسے ستاروں میں چودھویں کا چاند چمک رہا ہو۔ ایک کافر ہے۔ ایک منافق ہے۔ ایک یہودی ہے۔ زمین کا جھگڑا ہے۔ منافق سمجھتے ہیں کلمہ بھی نبی کا پڑھتے ہیں پھر نبی پہ اعتراض بھی کر رہا۔ نماز میں بھی نبی کے پیچھے پڑھتا ہے۔ مگر دشمنی بھی نبی سے

کرتے ہیں۔ اُن کو اسلام کے اندر منافق کہا جاتا ہے۔ منافق اور یہودی کے درمیان
ایک زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا۔ [illegible] دونوں مدینے
کی مسجد میں آگئے۔ منافق نے بڑھ چڑھ کر گفتگو کر دی۔ منافقین کی عادت ہے کہ بہت
بولتے ہیں۔ بات میں وزن نہیں ہوتا۔ لیکن بولتے بہت ہیں۔ منافق نے بولنا شروع
شروع کیا۔ جب وہ بول بول کے خاموش ہو گیا۔ تو نگاہ رسالت اٹھی۔ فیصلہ حکم
شریعت اٹھی۔ پھر حکم ہوا بولو۔ تو کہا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس نے مختصر گفتگو کر کے بات
ختم کر دی۔ منبر سامنے چند سیکنڈ کیلئے خاموش ہو گئے۔ پھر تاجدار مدینہ نے۔ شمس الضحیٰ
نے۔ بدر الدجیٰ نے۔ قمر الہدیٰ نے۔ [illegible] نے۔ رحمت دوسرا نے۔ حضور ﷺ
احمد مجتبیٰ ﷺ نے فیصلہ دیا۔ کہ یہ زمین یہودی کی ہے۔ آپ نے یہودی کے
حق میں فیصلہ دے دیا۔ جب مسجد سے باہر نکلے منافق کہنے لگا۔ یہ فیصلہ بھی ہم نہیں
اور فیصلے کیلئے [illegible] تھا۔ تو یہودی نے کہا۔ کسی اور سے فیصلہ کروانا چاہتا ہے۔ اس
نے کہا ہاں۔ ایک عمر بن خطاب ہے۔ اس سے فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ اس نے پوچھا
عمر کو جانتے ہو۔ کہنے لگا اس ہی کا نام تو ہے۔ تو یہودی کہنے لگا اب مجھے یقین
ہے۔ جو نبی کا غلام ہوگا۔ وہ نبی کے خلاف بات نہیں کرے گا۔

میرے ساتھ عمرؓ کے پاس چلو۔ اور وہ دونوں آگئے۔ پھر ان دونوں نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں
دونوں آگئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دروازے پر دستک دی۔ دربار میں اجازت کے بعد۔ چہرہ جلال
نکلا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیسے آئے ہو۔ منافق نے شرارتاً گفتگو شروع کر دی کہ
جناب عمرؓ نے کہا یہودی کی تو مجھ کو سمجھ آتا ہے۔ اس نے کہا کہ جی ذرا میری بات
سن لیجئے۔ جس نبی کا آپ کلمہ پڑھتے ہیں۔ اس نبی نے فیصلہ میرے حق میں دے
دیا ہے۔ یہودی نے لفظ سنتے رہے۔ طالب نے مطلوب کا نام سنا۔ محب نے محبوب
کا نام سنا۔ پروانے نے چراغ کا نام سنا۔ بلبل نے پھول کا نام سنا۔ عمرؓ نے
اپنے رسولؐ کا نام سنا۔ تو مجسمہ حیرت بن کے کہا، کہ یہ بتاؤ۔ ذرا جواب دو
کہ جب میرے نبی نے فیصلہ کر دیا ہے۔ پھر میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ یہودی
نے کہا جناب۔ آپ کے نبی نے آپ کے پیغمبر نے آپ کے رسول نے فیصلہ میرے
حق میں دیا۔ مگر اس نے اپنا عمر بن سمجھ لیا ہے۔ چلو عمر سے دوبارہ فیصلہ
کرا لیں۔ جناب عمرؓ کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ کہا ٹھہر جاؤ۔ ابھی میں تیرا
فیصلہ کرتا ہوں۔ جناب عمرؓ گھر گئے۔ تلوار میان سے باہر نکالی۔ باہر آ کے
اس منافق کی گردن پر بھرپور وار کر کے کہا۔ جس کو میرے نبی کا فیصلہ منظور نہیں

اس کا ضرور بدلہ ہیں پیارے

اس کا گردن تن سے جدا کر کے پھینک دی۔ پورے مدینۃ المنورہ میں شور برپا ہو گیا
کہ عمر نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا۔ عمر نے کلمہ پڑھنے والے کو قتل کر دیا۔ عمر نے
نماز پڑھنے والے کو قتل کر دیا۔ عمر نے مدینہ کے نبی کی مسجد میں آنے والے کو قتل
کر دیا۔ پورا شور برپا ہو گیا۔ تمام لوگ آنے لگے۔ رسول اللہ مسجد نبوی
کے محراب میں تشریف فرما ہیں۔ مصلیٰ ختم نبوت پہ رسول جلوہ گر ہیں۔
میں سارا ماجرا سنا رہا ہوں۔ لوگ آ رہے ہیں۔ گواہیاں دی جا رہی ہیں۔ ہم نے اپنی
آنکھوں سے دیکھا۔ عمر نے۔ عمر نے۔ پوری تلوار چلا دی۔ گردن اڑا
کے باہر پھینک دی۔ سب گواہیاں دیتے رہے۔ جب باری آئی۔ حیران حالات
کیسے ہے سوار کی۔ باری آئی فاروق اعظم کی۔ پیارے آقا نے فرمایا عمر۔ تو کچھ
کہنا چاہتا ہے۔ جناب عمر ابھی کچھ کہنا ہی چاہتے تھے۔ فوراً جبرئیل پرواز
کر کے آئے۔ فرمایا رب حبیب اللہ سلام دے رہا ہے۔ اور کہتا ہے میرا
سلام ہو۔ عمر سے نہ پوچھو۔ عمر دنیا میں خدا نے ہے۔ گواہی بھی میں خدا دوں گا
عمر میں نے دیا گواہی بھی میں دوں گا۔ اس وقت تک کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا

مقدور بیت کا بو منحوں تھا پتہ سارب کی منشم۔ حق بجوگی۔ جب تک اپنے قبضے میں
بھی حاکم نہیں بنائیں گے۔ کا کہ نماز میں پڑھتے رہیں۔ یہ کہ کلمہ طیبہ پڑھتے رہیں۔
جب تک اپنے قبضے میں مجھ محمد کو حاکم نہیں بنائیں گے اس وقت تک ایمان دار نہیں
ہو سکتے۔

حضرات محبت کا عالم یہی دیکھو۔ اور تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ابوبکر
صدیق کے بعد تمام مسلمانانِ عالم نے اپنی شوریٰ سے حضرت عمر کے حق میں
بیعت کی۔ تمام شوریٰ کا فیصلہ تھا اب مسلمانوں کا امیر المومنین خلیفۃ المسلمین
حضرت عمر فاروق ہونگے۔

(8) خلافت کی کرسی۔ جب آپ خلافت کی کرسی پر بیٹھے آپ نے سوال جو
قانون بنایا۔ آج میں صاحب بصیرت کو دعوت فکر دینا چاہتا ہوں۔
کہ آلِ حضرت عمر کی اہل بیت سے محبت دیکھیے۔ جب آپ خلافت کی کرسی
پر بیٹھے۔ آپ نے اعلان عام کیا۔ فرمایا اے لوگو میں نے ایک قانون بنایا ہے
کہ بیت المال سے میرے بیٹوں کو ایک ایک سو دراہم ماہانہ دیا کرو۔ لیکن امام
حسن امام حسین کو پانچ پانچ سو دراہم ماہانہ وظیفہ لگایا کرو۔

جب حضرت عمرؓ گھر گئے۔ کھانا کھانے لگے۔ بیٹوں نے کہا ابا جان۔ کیا آپ امیر المومنین
نہیں ہیں۔ فرمایا امیر المومنین ہوں۔ کیا آپ خلیفۃ المسلمین نہیں ہیں۔ فرمایا خلیفۃ
المسلمین ہوں۔ کیا رسول نے آپ کے لیے نہیں کہا۔ کہ جس راستے سے عمر گزر جائے
اس راستے سے شیطان پناہ مانگتا ہے۔ فرمایا تم صحیح کہتے ہو۔ بیٹا کیا چاہتے ہو
بیٹوں نے کہا ابا جان۔ ہم آپ کے بیٹے ہیں۔ آپ کے لخت جگر ہیں۔ آپ کے نور چشم ہیں
آپ کا خون ہیں۔ آپ ہمارے لیے ایک ایک سو درہم۔ مگر امام حسن حسین
کو ملتے ہیں پانچ پانچ سو درہم۔ جناب فاروق اعظم کی آنکھوں میں خون اتر آیا فرمایا
بات نہ کرو خاموش ہو جاؤ۔ تمہیں نسبت ہے عمر بن خطاب سے۔ حسن حسین
کو نسبت ہے محمد مصطفیٰ سے۔ خبردار ہو جاؤ آگے بات نہ کرو۔

آج دنیا کہتی پھرتی ہے کہ حضرت عمر فاروق کو اہل بیت سے محبت نہ تھی
میں ان سے کہتا ہوں بس نہ جنگ کرنے کی۔ مجھ پر جھگڑا ہی کرو۔ دوستو! ان ادھاریوں
کو مٹا دو نئی بڑائی۔ مسلمانوں کو اسلام کی بنیاد نہ بناؤ۔ منفیتوں کو اسلام کی
بنیاد نہ بناؤ۔ اسلام وہی ہے۔ جو رسول کی زبان سے آیا۔ اور صحابہ نے عمل کر کے
دکھا دیا۔ دو بڑے ادھار ہیں۔ تمام اسلام نہیں ہے۔ کچھ باتوں کا نام اسلام نہیں ہے

ہے پیشتر کہ تم دنیا سے اٹھ جاؤ ہم اس کا نام نہیں بتا سکتے۔ اس کا نام ہے

حضرت ابن محمد سے آ گیا ہے۔

اور میرے نبی نے فرمایا لو کان نبی بعدی لکان عمر۔ میرے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ اگر دنیا والو میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔

حضرات کبھی آپ نے غور کیا۔ نگاہ نبوت میں حضرت عمر رسالت کے قابل ہیں مگر یہ کیسے نادان لوگ ہیں جو خلافت کے قابل بھی نہیں سمجھتے۔ نبی تو رسالت کے قابل سمجھ رہے ہیں۔ اور بے عقل نادان لوگ تو خلافت کے برابر بھی نہیں سمجھتا۔ نبی نگاہ نبوت میں عمر کو رسالت میں منتخب کر رہے ہیں۔ اور پیش نیز دیگر یہ خلافت کے نزدیک بھی نہیں سمجھتے۔

⑨ نبوت ختم — ہمارے نبی پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ ہمارا نبی خاتم النبیین ہے کوئی اور نبی نہیں ہے گا۔ آخری نبوت کا سکہ جو چلے گا وہ آخر کے اول تک چلے گا۔ حضرت عمرؓ نے میدان خلافت میں قدم رکھتے ہی اپنا ایک طریقہ بنا یا کہ مدینے والے سو رہے ہوتے تھے۔ اور عمر رات کو پہرہ دے رہا ہوتا تھا۔ حضرات آپ اندازہ لگائیں۔ مدینے کی گلیوں

میں کھو سا دیا جا رہا ہے۔ آدھی رات کا وقت ہے ایک دکھی کے رونے کی آواز
آ رہی ہے دروازے پر دستک دے کر بابا جی کیوں رو رہی ہے خاموش کراؤ لوگوں
کی نیند میں خلل آ رہا ہے۔ بڑھیا نے کہا۔ یہ بچی عمر کو رو رہی ہے۔
حضرت عمرؓ کی چیخ نکل گئی۔ کیا عمر کو کیوں رو رہی ہے۔ اس بوڑھی
عورت نے کہا آج تین دن ہو گئے ہمارے گھر میں چولہا نہیں جلا۔ یہ بچی تین
دن کی بھوکی ہے۔ بھوک سے رو رہی ہے۔ جناب عمرؓ تو بادشاہ ہیں عیش
کر رہا ہوگا اسے کیا خبر کہ شہر کی بچی بھوکی ہے۔ اس نے دیوار سے آواز دی
ہمارے بھوکے پن کا پتہ نہ تھا۔ تو خلافت کی کرسی پہ کیوں بیٹھا ہوا۔
او اقتدار کی کرسیوں پہ آنے والو۔ حضرت عمرؓ کی چیخ نکل گئی۔ آج جرنیل
اس ملک کا حکمران ہے۔ ہم سیاست کو کچھ نہیں سمجھے۔ ہم تو بھٹی کا لنگر
کھانے والے ہیں۔ ہم بند رستوں کو کچھ نہیں سمجھے۔ ہم تو تسبیح کو ہاتھوں میں گھمانے
والے ہیں۔ ہم بندوق والے نہیں ہیں۔ ہم درود والے ہیں۔ ہم تلاشی کروانے
والے نہیں ہیں۔ ہم دکھوں والے ہیں۔ جرنیل صاحب۔ اسلام کے نزدیک
جرنیل کی ایک تعریف ہے۔ جرنیل وہ نہیں ہوتا۔ جو بندوق کے سہارے آ کر

جرنیل وہ نہیں ہوتا جو بوٹ پالش کروا کے آ گئے۔ اسلام کے نزدیک حضرت عمر فاروق
کی تاریخ میں جرنیل وہ ہوتا ہے۔ جس کے ایک ہاتھ میں قرآن ہو۔ دوسرے
ہاتھ میں تلوار ہوتی ہے۔

(11) فاروق کے ہاتھ - فاروق اعظم کے ایک ہاتھ میں تلوار ہوتی۔ دوسرے ہاتھ میں
قرآن ہوتا۔ اندازہ لگاؤ۔ حضرت عمر کی چیخ نکل گئی۔ بڑھیا نے کہا جب
ہمارے بچوں کا ہی کا پتہ نہ تھا۔ تو خلافت کی کرسی پہ کیوں بیٹھا تھا۔ جناب عمر
رو گئے۔ فوراً بیت المال میں آئے آٹے کی بوری اٹھائی اپنی کمر پہ رکھی۔
غلام نے عرض کی امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے
منہ سے فرمایا قیامت کے دن تو کیا آ کر میرا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔
میرے سامنے رسول خدا شکوہ کریں گے۔ جناب فاروق اعظم امیر المومنین اپنے
کندھے پہ آٹے کی بوری رکھتے ہیں۔ بڑھیا کے گھر آتے ہیں۔ آٹا خود گوندھتے ہیں
اس کے چولہے میں آگ خود جلاتے ہیں۔ جلانے کے بعد کھانا تیار کر کے بڑھیا
کے سامنے رکھتے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے بچوں کے منہ میں ڈال رہے ہیں بڑھیا نے ایک گھونٹ [illegible]
[illegible] کاش عمر کی جگہ تو ہوتا۔ حضرت عمر کی دھاڑیں نکل گئیں۔ رو رو کے فرمایا

جس ظلم کو دور رہی ہے اس میں بھی ساتھ موجود ہوں۔ اگر تو مجھے معاف نہیں کرے گا
تو رب مجھے معاف نہیں کرے گا۔ تو ہم کے نام پر معاف کر دے۔ نیاز منبری دیکھ کر
بڑا ہوا ہے معافی مانگ رہے ہیں۔ جلال دیکھ کر۔ جمعے کا خطبہ دے رہے ہیں۔ گرمی
کی شدت ہے۔ جتنے نمازی بیٹھے ہیں ان کے کپڑے سے ہوا دینا شروع کی۔ کسی نے
اپنا قمیض اتار کے ہوا دینا شروع کیا۔ گرمی شدت سے ہے۔ جناب عمر نے
جب یہ منظر دیکھا۔ تو نیچے اتر آئے منبر سے۔ صحن میں چلے گئے۔ سورج کو دیکھ کر کہا
اے سورج۔ کیوں آگ برسا رہا ہے۔ کیا عمر عدل نہیں کر رہا۔ مدینے والے کہتے ہیں
کچھ دن تک سورج نے دھوپ نہیں دی۔ جلال دیکھ کر۔ رعب دبدبہ دیکھ کر۔ مدینہ
شریف میں قیصر و کسریٰ کا ایک ایلچی آیا۔ دن کا وقت تھا۔ اُس نے آ کر کہا
لوگو، ہمارا بادشاہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا ہمارا بادشاہ نہیں ہوتا ہمارا امیر ہوتا
ہے۔ ہمارا خلیفہ ہوتا ہے۔ اس نے کہا اچھا تمہارے خلیفے کا محل کہاں ہے۔ ایران کے
شہنشاہ ہمارا خلیفوں کے محل نہیں ہوتے۔ مسلمانوں کے خلیفے کا محل نہیں ہوتا۔ بلاک کی
ہوتا ہے۔ سنیے اپنا ایمان تازہ کریں۔ مدینے کے بزرگوں نے فرمایا۔ ہم سو رہے
مسجد میں ہمارا خلیفہ ہو گا سو رہا ہوتا ہے۔ اس نے کہا اس وقت تمہارا خلیفہ

کہاں سو گئے۔ میرے پیارے بچو انہوں نے کہا رات کا تھکا ہوا ہوگا کہیں جنگل کی طرف چلے جاؤ۔ کسی سایہ دار درخت کے نیچے سویا ہوا ہوگا۔ عشق کا ایسی کتاب دیکھتا ہے۔ دو پتھر سر کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا دل ربا ہے جناب فاروق اعظم آرام سے سکون سے نیند کر رہے ہیں۔ اس نے فاروق اعظم کا چہرہ دیکھا تو کانپ گیا۔ اتنی دیر میں آنکھ عمر کی کھلی۔ پوچھا کون ہو۔ کس کو ڈھونڈ رہے ہو۔ اس نے کہا اے عمر۔ میں نے بڑے بڑے دربار دیکھے ہیں میں حاضری دی ہے۔ بڑے بڑے شہنشاہوں کے تخت بھی دیکھے ہیں۔ مگر جو رعب تمہارے چہرے میں ہے وہ کسی جگہ نظر نہیں آیا جناب فاروق اعظم نے فرمایا یہ میرے دو جہاں کے رسول کی غلامی کا نقشہ ہے۔

میرے دوستو۔ اگر تم نبی کی تعلیم پہ عمل کرو گے تمہارے چہرے پہ جلال آئے گا جب تم نبی کی تعلیم پر عمل کرو گے رعب و دبدبہ آئے گا۔ آج مسلمان کیوں کمزور ہے اس لیے کہ مسلمانوں نے نبی کی تعلیمات پہ عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ آج کے مسلمان اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم پڑھاتے ہیں۔ اپنے بچوں کو انگریزی زبان تعلیم سے مشغول کراتے ہیں۔ قرآن مجید کو اور حدیث نبوی کو۔ علم رسول کو پاؤں کے نیچے کچلا جا رہا ہے۔ کہ ہم بچوں کو مدرسے میں کیوں پڑھائیں۔ ہماری قوم دہشت گرد

پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں مدرسوں کو کیوں چھیڑتے ہیں۔ وہاں تو آدھا تعلیم ہی نہیں ہے۔ ہم پوچھنا
چاہتے ہیں۔ تاریخ عمر فاروق کو سامنے رکھ کے بتاؤ۔ اور موجودہ حالات کو بھی سامنے
رکھو۔ روزانہ اخباروں میں لکھا ہوتا ہے۔ بینک لوٹ لئے گئے۔ اغوا کر دیا گیا۔ نتیجے
مسلسل آ رہا ہے کبھی پشاور سے لاہور کا جہاز اغوا کیا۔ کبھی افغانستان والوں کا
جہاز اغوا کیا۔ ربانی عدالت کے اندر سے ہم پوچھنا چاہتا ہے۔ انصاف کی عدالت میں
ایمان سے سچی بتاؤ۔ کہ اغوا کرنے والے کون ہیں۔ یہ جہاز چھینا کرنے والے
کون ہیں۔ یہ بینک لوٹنے والے کون ہیں۔ یہ ہوٹلوں میں شراب کے جام پینے والے
کون ہیں۔ انسانیت پر ظلم کرنے والے کون ہیں۔ اقوام متحدہ کی کرسیوں پر بیٹھ
کر۔ انسانوں کی عصمت پر ظلم کرنے والے کون ہیں۔ جواب ملے گا۔ یہ مدرسوں
کے طالب علم نہیں ہیں۔ یہ حافظ قرآن نہیں ہیں۔ یہ نبی پاک کی تعلیم پانے والے نہیں بلکہ
یہ انگریز کے نظام تعلیم پانے والے ہیں۔ انگریز کی تعلیم نے چور پیدا کئے۔ ڈاکو پیدا
کئے۔ بدمعاش پیدا کئے ہیں۔ بدکردار پیدا کئے ہیں۔ رشوت خور پیدا کئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ
کے نظام تعلیم نے۔ ابوبکر صدیق پیدا کیے ہیں۔ عمر فاروق پیدا کیے ہیں۔ عثمان غنی
پیدا کئے ہیں۔ علی ابن ابی طالب پیدا کیے ہیں۔ سلمان فارسی پیدا کیے ہیں۔ ابوذر پیدا

Scanned with CamScanner

کرتے ہیں۔ بابا تاج ابوذر غفاری پیدا ہوئے ہیں۔ الجزیرہ پیدا ہوئے ہیں۔ شہر کالے رسول
پیدا ہوئے ہیں۔

میرے محترم ساتھیو! ہمیں کوئی ایسا بادشاہ دکھاؤ، ہمیں کوئی ایسا حکمران دکھاؤ!
ہمیں کوئی ایسا پیر دکھاؤ۔ جس نے دریا کے نام خط لکھا ہو۔ اگر لکھا ہے تو عمر
فاروق اعظم نے لکھا ہے۔ آپ مسجد میں بیٹھے ہوئے۔ مصر سے وفد دوست
آئے ملنے کیلئے۔ آپ نے فرمایا کیسے آنا ہوا۔

12 دریائے نیل = انہوں نے کہا امیر المومنین ہمارے قریب ایک دریا ہے
جب تک اس دریا میں زندہ لڑکی کو ڈالا نہ جائے۔ وہ پانی نہیں دیتا۔ چھ ماہ
کے بعد پانی خشک ہو جاتا ہے۔ پھر لڑکی ڈالی جاتی ہے۔ پھر پانی آتا ہے
جناب عمر فاروق کو جلال آیا۔ کہا میرے دور خلافت میں ایک جان ضائع ہو
یہ نہیں ہو سکتا۔ قلم لاؤ۔ چمڑے کی کھال کا ایک ٹکڑا لایا گیا۔ اس زمانے میں
کاغذ نہیں ہوتا تھا۔ قلم دوات لی مشیروں نے پوچھا امیر المومنین کس کو
خط لکھنا ہے۔ فرمایا دریا کو خط لکھنا ہے۔ آپ نے قلم سے بسم اللہ
الرحمٰن الرحیم لکھا۔ فرمایا من عمر بن خطاب الی بحر نیل۔

عمر دریائے نیل کو خط لکھ رہا ہے۔ بعد فرماتے ہیں ایہا البحر۔ انا امیر المومنین
فرمایا میں آغاز کرتا ہوں اس خدا کے نام سے۔ جو رحمٰن بھی ہے رحیم بھی ہے
عمر ابن خطاب خط لکھ رہا ہے۔ دریائے نیل کے نام، ادھر دیکھو۔ میں امیر المومنین
تجھے تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ اگر اللہ کے حکم سے چلتا ہے تو بہتر ہے۔ اور اگر
عمر کے ڈر سے ایک لڑکی نہیں دی جائے گی۔ ایک جان ضائع نہیں ہو گی۔ اگر
تو پانی نہیں دے سکتا۔ تو قیامت کے دن دربار الٰہی میں مقدمہ کر دوں گا۔ مجھے تیرے
پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمایا جاؤ۔ یہ تحریر ہے۔ دریا کے درمیان میں ڈال
دینا۔ سکندریہ کے قریب سے جہاں گزر رہا ہو۔ وہاں دریا کے وسط میں ڈال دو
سب سے ہنسیاں حیران۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔ امیر المومنین نے تحریر دی ہے ڈال میں
ڈال دو۔ مذاق ہوا۔ لوگوں نے طنز کیا۔ استہزا کیا۔ یہودیوں نے مذاق کیا کہیں۔
تحریروں سے کہیں پانی آتا ہے۔ مگر تاریخ آج تک گواہ ہے۔ کہ جب حضرت عمر کی تحریر
کو دریا میں دفن کیا گیا۔ تو چند منٹ کے بعد پانی ابل کے آگیا ہے۔ چھ ماہ کے بعد
لڑکی دفن ہوتی۔ روکتا۔ پانی ختم ہو جاتا۔ لیکن جب سے جناب فاروق اعظم۔ حضرت عمر
بن خطاب کی تحریر گئی ہے آج تک پانی بند ہونے میں نہیں آیا۔ حضرت عمر کا دبدبہ

اور رعب و دبدبہ سب جان گئے۔ خدا جانتا ہے۔ آج جو یہ مسجد اقصیٰ ہے۔ یہ کس نے فتح کی
میں یہودیوں کے پاس تو دیں کیوں۔ یہ جناب عمر نے فتح کی۔ دلکار نے کہا کہ جہاں تک ذرا کی
بات ہے میں ہے۔ وہاں تک حضور سرکار دو عالم کی شان ہے۔

اگر آپ تاریخ پڑھ کر دیکھیں۔ جب مسجد اقصیٰ کو فاروق اعظم فتح کرنے گئے۔ اس
وقت کیا ہوا۔ ایک خادم ساتھ ہے۔ اونٹنی تھی۔ خادم سے کہا کہ ۔ آدھا راستہ تو پیدل
میں امیر المومنین اونٹنی کی لگام تھاموں گا۔ اور آدھا راستہ میں بیٹھوں گا تو لگام تھامے
تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ جب یہودیوں کے شہر میں داخل ہوئے۔ مسجد اقصیٰ قریب
نظر آنے لگی۔ اس وقت اتفاق سے تھا۔ یہ لگام پکڑنے کی باری جناب فاروق اعظم کی تھی۔
خادم اونٹنی پر بیٹھا تھا۔ دیکھنے والوں لوگوں نے یہ سمجھا کہ جو اونٹنی پر بیٹھا ہے۔ وہ امیر المومنین
ہے۔ مگر یہ درخت کا تنہ پر بیٹھا تھا۔ مگر ان کا جو لگام پکڑ رہا تھا۔ وہ دیکھو دلالت کا اعلان)

وہ دیکھو دلالت کا امام آتا ہے۔

خود تو پیدل ہے سواری پہ غلام آتا ہے۔

کہا۔ وہ دیکھو سواری پہ بیٹھنے والا غلام ہے۔ لگام تھامنے والا امیر المومنین فاروق اعظم ہے
حضرات تاریخ اسلام یہ بات بتا رہی ہے کہ یہ جو ایران تک فتح ہوئی کہ حضور سرکار

کے دور میں ہوئی۔ جب ایران حضرت عمرؓ نے فتح کیا۔ بی بی شہر بانو کو۔ کنیز بنا کر ان کی جشن میں بے شمار۔ اور مجھے کہنے دو۔ یہ مجاہد یہ کہتا تھا۔ کہ شہر بانو سے میں شادی کروں گا مگر جناب عمرؓ نے گوارا کیا نہ کیا۔ شہر بانو شہزادی ہے۔ اس کے لیے اسلامی ادب کا یہ فرمانا ہے۔ آپ نے بی بی شہر بانو کا نکاح حضرت امام حسینؓ سے کروا دیا اور خود نکاح پڑھا۔ جو بزرگ شیعے میں سے وارد ہیں حضرت عمرؓ کا ذکر دائرہ اسلام سے خارج تھے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں۔ کہ کیا آپ ایمان کے دامن کو تھام کے بتاؤ۔ کہ وہ بات شہزادی تک جائے گی۔ اگر حضرت عمرؓ ایمان سے خارج ہیں۔ تو پھر بی بی شہر بانو کا نکاح سچا نہ ہوا۔ اگر نکاح سچا نہ ہوا تو پھر اہل بیت کے لیے تمہارا فتویٰ کیا ہوگا۔ ہوش کرو۔ نکاح بھی سچا ہے۔ بی بی شہر بانو کا اسلام بھی سچا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ کا نکاح بھی سچا ہے۔ امام حسینؓ کی اولاد بھی سچی ہے۔

حضرات محترم حضرت عمرؓ کی تعلیمات میں اس کے اندر بہت ترقی کر گئی۔ کہ چھوڑ کر تمام ہے کہ مسلمان نے بتایا۔ فوج کے اندر چھ ماہ کی چھٹی سب سے پہلے فاروق اعظمؓ نے طے کی۔ خود ہو۔ کہ چھ ماہ کے بعد بھی دو ماہ کی چھٹی مل جاتی ہے۔ ہم عمر فاروقؓ کو سلام کیا کریں۔ حضرت عمرؓ راستے سے گزر رہے تھے میں آدھی رات کا وقت ہے۔ ایک عورت

عشقیہ شعر پڑھ رہی ہے آ خاوند میرے پاس آجا۔ صبح اٹھتے عدالت میں بلا لیا۔ کہ رات کو
تو عشقیہ شعر پڑھ رہی تھی۔ اس نے کہا عمر میں حق پر پڑھ رہی تھی۔ مسکین تو بتا۔
آج میرے خاوند کو تین سال ہو گئے ہیں۔ میدان جہاد میں گیا۔ کیا میں عورت نہیں
کیا میرے سینے میں دھڑکتا ہوا دل نہیں۔ کیا میری خواہشات نہیں۔ کیا میرا نسوانی
تصورات نہیں ہے۔ فوراً عمر اٹھ کے گھر گئے اپنی بیوی کو بلا کے کہا۔ صحیح بتا۔
عورت کتنی دیر خاوند کا انتظار کر سکتی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ نیک عورت کو بہت
مشکل عورت کو بہت صبر والی عورت کو۔ اس کو آخری لمٹ آخری حد چھ ماہ ہے
چھ ماہ سے زیادہ کوئی عورت برداشت نہیں کر سکتی۔ فوراً آگے قلم اٹھایا کہ آج
سے ہم قانون بنانا چاہتے ہیں۔ ہر فوجی کو پکا کرو چھ ماہ کے بعد دو
مہینے گھر میں آنا چاہیئے۔ یہ فوج کا رولز چھ ماہ کے بعد چھٹی یہ بھی حضرت عمر کو
سپرد کرو۔ یہ ڈاکخانے کا نظام یہ حضرت عمر نے بنایا۔ حضرات بات طویل
ہو جائے گی۔ میں ~~جناب~~ حضرت عمر کے حوالے سے گفتگو کر رہا ہوں۔ درخواست یہ
میں یہی کرتا ہوں کہ حکومت کو تسلیم کرو۔ اہل بیت پر درود وسلام پڑھو۔
مسلمان سب بیدار ہو گا۔ دنیا اسلامی بیدار ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت عمر

کی تعلیمات پے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

— ۰ —

Molana Muhammad Abbas Nazami

[signature]

13-7-2002

معراج المصطفےٰ ﷺ

محمد اقبال چشتی

سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ ——— نشانِ فرید ۔

حضرات محترم - اللہ نے ہمیں کتنا عظیم المرتبت نبی عطا فرمایا ۔ نبی پاک ﷺ آرام فرما رہے ہیں ۔ جناب جبرائیل امین حاضرِ بارگاہِ رسالت ہوتے ہیں ۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ آرام فرما رہے ہیں ۔ آپکی امت گنہگار ہے ۔ جبرائیل سے میرے نبی نے فرمایا جبرائیل بتاؤ ۔ پھر میں کیا کروں ۔ عرض کی آقا اگر تہائی رات جاگیں گے ۔ تو اللہ آپکے جاگنے کا صدقہ آپکی تہائی امت کو معاف فرمائے گا ۔ اگر آپ آدھی رات جاگیں گے ۔ اللہ آپکی آدھی امت کو معاف کر دے گا ۔ اگر پوری رات جاگیں گے اللہ آپکی پوری امت کو معاف کر دے گا ۔ جب جناب جبرائیل امین نے میرے آقا کی بارگاہ میں یہ گزارش کی ۔ تو میرے آقا نے فرمایا ۔ جبرائیل تہائی کی بات کیوں کرتے ہو ۔ کیا میں کوئی تہائی کے لئے رحمت بن کر آیا ہوں ۔ آدھی کی بات کیوں کرتے ہو ۔ کیا میں آدھی امت کے لئے رحمت بن کے آیا ہوں ۔ میرے دوست ۔ اب رب میرے جاگنے پر امت کو معاف کرتا ہے ۔ تو میں اللہ کا نبی بستر سمیٹ کے رکھ دیتا ہوں ۔ جب تک رب میری امت کی بخشش کا اعلان نہیں کرے گا ۔ اس وقت تک آرام نہیں کروں گا ۔ میرے پاک نبی نے امت کی یاد میں رونا

شروع کر دیا جیسا کہ ساری کی ساری رات اللہ کی یاد میں ہوتی ہے۔ ارشاد الٰہی فرمایا دیتی ہے۔ آخر خالق کائنات نے فرمایا۔ ساری کی ساری رات رو رو کر گزارنے والے محبوب کچھ دیر آرام بھی کر لیا کر۔

میاں بڑی عجیب بات ہے اللہ نے فرمایا، محبوب کچھ دیر آرام بھی کر لیا کر۔ میرے پاک نبی ﷺ نے عرض کی مولا۔ اگر میں آرام کرتا ہوں۔ تو ان گنہگاروں کو کون دیکھے گا۔ مجھ کو جبرائیل آ کر کہہ گئے ہیں۔ جتنا جاگیں گے اتنا امت بخشی جائے گی۔ خالق کائنات نے فرمایا۔ جب تو آرام کر۔ تیری امت جانے تیرا خدا جانے۔ فرمایا میں اتنا مجبور رب تھوڑا ہوں کہ تیرے پیار میں خوش نہ کر سکوں۔

کچھ بزرگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا کوئی اوقات نہیں۔ جی ہم تو گنہگار ہیں۔ سب بڑا گنہگار وہ ہے۔ میں بھی کان کھول کے۔ جب ہمارا تعلق سرکار سے ٹوٹ جائے تو ہم کسی کے سمجھ نہیں رہتے۔ جب ہمارا تعلق سرکار مدینہ سے ہے۔ تو فرشتے ہماری خدمت کیا کرتے ہیں۔

حضرات محترم جب سرکار معراج پہ تشریف لے گئے۔ سدرۃ المنتہیٰ پہ جناب جبرائیل امین رک گئے۔ محبوب پاک نبی نے فرمایا۔ جبرائیل مجھ سے

لائے ہیں۔ اور سدرۃ پہ رک گئے ہیں۔ عرض کی آقا اگر آگے چلوں گا۔ تو جلوں گا اور یہیں رہوں گا تو بچوں گا۔ میرے جیسے پر غور کرنا۔ جناب جبرائیل نے عرض کی آقا اگر میں آگے چلوں گا تو جلوں گا اور سدرہ پہ رہوں گا تو بچوں گا ایک چھوٹی سی بات عرض کرنے چاہتا ہوں۔ جبرائیل فرشتوں کا امام ہے۔ حضور پرنور کا امام ہے۔ مگر وہ کہتا ہے۔ کہ میں اگر آگے چلوں گا تو جلوں گا اگر سدرہ پہ رہوں گا تو بچوں گا۔ جبرائیل نے فرمایا بندے کو اپنی اوقات میں رہنا چاہئیے۔ اگر میں نوریوں کا امام مگر نبی کی برابری نہیں کر سکتا۔ تو کسی مسجد کا امام محمد کے برابر کیسے ہو سکتا ہے۔

جناب جبرائیل نے عرض کی حضور میں آگے نہیں چل سکتا۔ یہیں رکوں گا تو بچ جاؤں گا آگے چلوں گا تو جل جاؤں گا۔ اب میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ اگر میرے نبی جناب جبرائیل کو ساتھ لے جاتے۔ تو جبرائیل جل جاتے۔ حضور فرشتہ نہیں لے گئے۔ فرشتہ کو کچھ نہ ہوا۔ اور لباس پہن کے گئے لباس کو کچھ نہ ہوا۔ اگر جبرائیل کو لے جاتے ہوتا کچھ نہ۔ رب نے فرمایا محبوب عرش سارا معطر کر رہا ہے۔ کہ یہ بات میں جبرائیل ہو۔ محبوب جبرائیل کو سدرہ پہ

حبیب دیکھ۔ آج محب و محبوب کی ملاقات ہے۔ بڑی بات ہے۔ یا خدا جانے یا مصطفےٰ جانے
اور فرمایا جبرائیل صاحب کیا جبرائیل کو لے کر آئیں گے۔ میں تو نہیں جلا دوں گا۔ مگر ہو سکتا
ہے۔ کوئی ایسے جبرائیل راستے بتاتا آئے۔ حضور مہربان کر۔ فرمایا پیارا صاحب جبرائیل کو سدرہ
پہ رہنے دیجئے تاکہ پتہ رہے عاشق حقانیت تک آنے والے لوگوں کو بتا سکیں۔ اور ساتھ
مراسلوں کا جبرائیل کو پتہ ہی نہیں تھا۔ حضور مہربان اُن راستوں سے نکل آگے چلے گئے۔
اب جبرائیل رک گئے۔ سرکار نے فرمایا جبرائیل۔ ایک وقت یاد ہے تمہیں۔ جب
ابراہیم کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا۔ تو تم نے پکارا تھا۔ اے ابراہیم ؑ کہتے کہ میں
مدد سے کیا دوں۔ آج دیکھو تو سہی سدرہ پہ کھڑا ہوا۔ اور میں جا رہا ہوں لا مکان پہ
اگر تھوڑی کوئی خواہش ہے تو مجھے بتا دے۔ دوستو۔ اگر جبرائیل کو موقع ملے تو وہ بھی
مدینے کے در کا کتا بن جاتا ہے۔

میرے نبی نے فرمایا۔ جبرائیل اگر کچھ مانگنا ہے تو مانگ لے۔ اب جبرائیل نے کیا
مانگا۔ حضور کی آقا میں چاہتا ہوں۔ جب پل صراط سے آپ کی امت گزرے تو مجھے
پر بچھانے کا موقع مل جائے۔ میں کہنا چاہتا ہوں جبرائیل نے یہ خواہش کیوں کی۔
میرے آقا (بار اتنی) ہی چاہتا ہے کہ دنیا خوش ہو جائے۔ جبرائیل کو پتہ تھا کہ عشق والوں کا درد

اس وقت خوش ہوگا۔ جب اس کی امت خوش ہوگی۔ تو جبرائیل نے جب عرض کی تو میرے آقا نے فرمایا۔ بڑی ہی عرض مشکل ہے۔ مگر کیا کروں۔ میرے ہاں کے ایک عاشق ہوئے گزرے امام احمد رضا۔ فاضل بریلوی رح عرض کی آقا نعت آپکی پڑھ دوں۔ اس دل سے جبرائیل گزارش۔ میلاد آپکا پڑھوں دل سے جبرائیل گزارش۔ قرآن آپکے پڑھوں دل سے جبرائیل گزارش۔ لڑوں آپکے دشمنوں سے دل سے جبرائیل گزارش۔ آقا نے فرمایا بریلی کے احمد رضا۔ بتا تو کیا چاہتا ہے۔ عرض کی آقا۔

دل سے اشارہ آقا۔ راہگذر کو خبر نہ ہو۔

جبرائیل پر بچھا دوں تو پر کو خبر نہ ہو۔

عرض کرتے ہیں آقا میری خواہش ہے۔ کہ دل بچھا رہے۔ جبرائیل کا پر بچھے رہیں۔ آقا آپکا اشارہ ہو جائے۔ ہمیں نظارہ مل جائے۔ نہ جبرائیل کے پر کو کو پتہ چلے۔ نہ پل کو پتہ چلے۔ محمد کا غلام گزر جائے۔

اور ایک بات اور بھی عرض کر دوں۔ الحمدللہ جو میرے آقا کے در کے گدا ہیں نا انہیں تو بھی جہنم جلا ہی نہیں سکتا۔ دو گروہ ہیں۔ کچھ ہیں پیار کرنے والے کچھ ہیں جلنے والے۔ ذرا سا جلنے والوں کو ذرا جلا نہیں کرتا۔ پیار کرنے والوں کو ذرا

چلا رہا نہیں کرتا۔ یہ جملہ سن لو۔ اب جو میرے نبی کی گستاخی سے جلتے ہیں۔ جلتے جلتے
جہنم میں جا پہنچیں گے۔ اور جو پیار کرتے ہیں جو پیار کرتا کرتے جنت میں جا کر مزے کریں
گے۔ اور مولا کی محبت کا بڑا عجیب سا ذوق ہے۔ دیکھیے ہم سب پل صراط سے گزریں
گے۔ ہمارا مشاہدہ ہے۔ عاشقوں کے علاوہ کسی اور کا عقیدہ پکا نہیں ہوتا۔ یہ زندہ
ثبوت ہوتا ہے۔ تو محبت کرتا ہے کہ میرے سامان کا یہ کرنا۔ میرا جانا کا یہ کرنا۔
بریلی کے امام احمد رضا فوت ہوئے۔ فرمایا میری قبر کو گہرا کھود دینا۔ وہ محبت دیکھو۔
محبت کی حالت جاننی ہے۔ فرمایا ہم مال والے تھوڑے ہیں۔ ہم تو سرکار والے ہیں
میری قبر کو گہرا کھود دینا کہ تم جانا ہوں رکھ لینا۔ کہ قبر میں سرکار آتے ہیں۔ کوئی بے ادب
نہ ہو جاؤں۔ نبی آئیں گے تو کھڑا ہوں گا۔ نبی آ جائیں گے تو کھڑا ہو کر ادب کے ساتھ سلام
پیش کر دوں گا۔ میں نے کہا رب کائنات کے عشق کے تقاضے ہیں پھر میں کہہ رہا
ہوں نے کیا حکم ہے۔ قبر کی فکر کیوں نہیں۔ فرمایا یہ ہی ہمارا سوچنا ہمارا کام
ہے۔ قبر کو جا کر ذرا دیکھنا لگانا محبوب کا کام ہے۔
جب حشر کا موسم جا پہنچا تو پل صراط ہے۔ تو جہنم پکار دے گا۔ گزر جا مومن
اے بندے کے مومن جلدی سے گزر جا۔ جہنم مجھے کیا ہوا۔ اس سے کیا ڈر کی جلدی کر

ہم نے تو سنا تھا۔ تو بہت سخت ہے۔ اس نے کہا۔ جن کے لیے سخت ہوں وہ اور ہیں۔
جلدی کر۔ آخر تجھے ہوا کیا۔ کہنے لگے جلدی کر کہیں لپٹ نہ عشق کا نور جیسے
ٹھنڈا نہ کر دے۔ یہ جملہ دل کی تختی پہ لکھ کر لو۔ اور کائنات میں جیتے
گستاخ بے ادب ہیں۔ سارے ڈرتے ہیں۔ کہ جہنم جلا نہ دے۔ اور جہنم کو ڈر ہے
کہیں نبی کا عاشق بجھا نہ دے۔ سدرہ پہ جبرائیل رک گئے۔

عرض کرتا ہوں۔ جس بیٹے کو اچھے باپ کا مان نہ ہو۔ ہے وہ بگڑا لگا۔ اور جس
مرید کو پیر پہ ناز نہ ہو۔ ہے وہ بڑا بے شرم۔ اور جس امتی کو نبی پہ ناز نہ ہو ہے
وہ بڑا بے حیا۔ ہمیں اپنے نبی پہ ناز ہے۔ اور میرا نبی وہ ہے۔ اگر انگلی اٹھا کے
تو قبلہ بدلوا دے۔ سر جھکا دے تو ساری امت کو بخشوا لے۔

عقل محدود ہے۔ جو عقل کے ترازو میں تولی جا سکے۔ وہ شان رسول نہیں۔
اور جو فکر کے پیمانے سے ماپی جا سکے۔ وہ عظمتِ مصطفیٰ نہیں۔ جیسے کہتے ہیں
میاں محمد بخش اور عقل بیچارہ کہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ وہ محمد عربی کا مقام ہے۔
اسی لیے تو علامہ اقبال نے کہا تھا۔

مختصر بات کیں۔ بشیر ملک۔ کہا ان تک نبی کی بارگاہ آئے تو عقل قربان کر کے

عشق کو مقتدا بنایا کر۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ جو عقل سے پہچانتے ہیں۔ وہ زندیق بن جاتے ہیں۔ اور جو عشق سے پہچانتے ہیں وہ صدیق بن جاتے ہیں۔ ارے عقل طرار ہے دھوکہ دیتی ہے عشق وفادار ہے۔ محبوب کے دروازے تک پہنچاتا ہے۔

حضرات محترم دیکھئے۔ عقل کہتی محبوب ہے۔ عقل نے کہا۔ حضور صرف بشر ہیں ہماری طرح بھی بشر ہیں اور بے مثال ہیں۔ تو ہم تو ان جیسے بشر ہیں۔ پھر وہ عقل بے چاری مغرور ہوگئی۔ کہنے لگی اگر بشر ہیں۔ تو سایہ کیوں نہ ہوا۔ پھر اسے عقل بے چاری نے کہا اگر بشر ہیں تو سینہ چاک کیا گیا۔ خون کیوں نہ بہا۔ ہم نے کہا عشق۔ تو نے کیا تو بشر جانا۔ ہم نے کہا بشر۔ تو میں انکار کیسے کروں۔ اب تو بتا کیا جانیں۔ عقل نے کہا نور جانیں۔ ہم نے نور مانا۔ عقل بے چاری کو پھر اعتراض آ گیا۔ کہ نور کی تو شادی نہیں ہوتی۔ نور کی اولاد نہیں ہوتی۔ حضور کی اولاد دنیا میں بہت زیادہ ہے۔ ہم نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ تو کوئی فیصلہ نہیں کر پائی۔ اگر نور کہیں۔ تو بھی تجھے اعتراض ہے۔ اگر بشر کہیں تب بھی تجھے اعتراض ہے۔ عشق نے کہا عقل کو چھوڑ اب مجھے مقتدا بنا۔ اب مجھے قائد بنا۔ میں نے کہا تو کیا بتائے گا۔ کہنے لگا۔ میں تو یہ کہوں گا۔ نور بھی ہیں بشر بھی ہیں بشر ہیں تو ایسے کہ سارے بشریت سے عظیم کر دی ہے۔ نور ہیں تو سب سے اعلیٰ نور ذات عظیم

کر رہی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے جناب جبرائیل نیچے رک گئے میرے آقا اللہ والا ہو گئے جیسے ہی

کائنات نیچے میرے نبی کے قدم اوپر۔ مسجد اقصیٰ نیچے نبی کے قدم اوپر۔

بیت المقدس نیچے نبی کے قدم اوپر۔ آسمان نیچے نبی کے قدم اوپر۔ جنت نیچے نبی کے

قدم اوپر۔ عرش نیچے نبی کے قدم اوپر۔ انبیاء نیچے نبی کے قدم اوپر۔ ملائکہ نیچے نبی کے

قدم اوپر۔ سدرۃ المنتہیٰ نیچے نبی کے قدم اوپر۔ جبرائیل نیچے نبی کے قدم اوپر۔ ساری

کائنات نیچے نبی کے قدم اوپر۔ رب کائنات نے فرمایا پیارے آ مجھ سے اتنا بلند

کر دوں کہ عبادت کر کے سارا عالم گواہی دے سکے۔ آقا حسنی والے مرشد کریم سبھی بتا

قدموں تلے دیکھیے۔ رب کی کائنات نیچے ہے۔ میرے نبی کے قدم اوپر۔

رب مصطفیٰ جس نے لکھا دل کا آج قدم اونچا تک آیا۔ رب نے فرمایا ہم اب تم کی کا دکھاؤں

کر دوں گا میرا یہ دیدار ہو گا محمد کے قدموں کی خاک بنا کر گے آپ اور ہو جائے گا۔

نبی کے قدموں میں رہو گے آپ دیدار ہو جائے گا۔ میرے نبی اوپر ہیں ساری کائنات

نیچے ہے۔ اب ملائکہ درود پڑھ رہے ہیں۔ آواز آتی ہے کہ ادنیٰ منی یا احمد یا محمد ادن منی؟

یا احمد قریب ہو۔ اے ساری کائنات سے بہتر قریب ہو۔

میرے آقا نے فرمایا رب۔ بہت سارا تو بڑی محبت کا دکھ ہے ... اور

بات یاد رکھ لینا۔ جیسا عشق سلسلہ عبادت کے مومن کا مقام ہے اتنا بڑا مقام نہیں ہے۔ یہ بات
ہر جگہ میں لکھی ہے کہ جو مقام بابا فرید کا ہے۔ وہ بابا فرید کا ہی ہے۔
میں نے قدم بڑھایا ہستی کے حسن میں۔ پردے ستر ہزار حجاب ظلمت ستر ہزار ایک نور
فرمایا محبوب قدم بڑھا کر۔ ادھر پردہ ہٹاتے گئے۔ ادھر حجاب ظلمت ہٹاتے گئے۔ اندر سے
نے فرمایا۔ محبوب آ۔ میں تجھے بلا حجاب دیکھوں۔ تو مجھے بلا حجاب دیکھے۔ فرمایا پیارے
آ تو مجھے دیکھ لے۔ میں تجھے دیکھوں۔ اور تجھے جلوؤں کا سب رنگ چڑھا دوں۔ قیامت
تک جو تجھے دیکھ لے وہ مجھے دیکھ لے۔

Molana Muhammad
Abbas Nazami
[signature]
13-3-02

جشن زبیر
8-10-2001

سیرۃ النبی ﷺ — ڈاکٹر محمد طاہر القادری

ورفعنا لک ذکرک -

محترم دوستو۔ آیت کریمہ جو میں نے تلاوت کی ہے۔ جو خوبصورت بیان پر مشتمل ہے۔
اللہ رب العزت نے فرمایا ورفعنا لک ذکرک۔ اے نبی ﷺ ہم نے آپ کی خاطر آپکا ذکر بلند کر دیا
اس آیت میں جو علمی عارفانہ تفصیلی نکات پوشیدہ ہیں۔ یہ آیت کریمہ خود معانی معارف کا
ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔ عرض یہ کرنا مقصود ہے۔ کہ باری تعالیٰ ارشاد
فرما رہے ہیں کہ۔ محبوب ﷺ ہم نے آپکی خاطر ورفعنا لک ذکرک لک کا معنیٰ ہے
آپکی خاطر کسی اور غرض سے نہیں۔ آپکی خاطر آپکا ذکر بلند کر دیا۔ ذکر نبی اکرم
کا ہو۔ اور بلند کرنے والا خود خالق کائنات ہے۔ تو جس کی خاطر ذکر بلند کیا جا
رہا ہے۔ وہ وہی ہستی ہے۔ جس کا ذکر بلند ہو رہا ہے۔ چنانچہ یہ امر قابل
توجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ جو وجود ہے۔ واجب الوجود ہے۔ زوال اور فنا سے پاک ہے۔
ازل سے ہے۔ اور ابد تک رہیگا۔ ازل اور ابد کی دو اصطلاحات ہیں اس کی ہستی
کے سمجھنے کیلئے ادراک کا درجہ رکھتی ہیں۔ ورنہ اس کی ہستی کیلئے نہ ازل کی کوئی ابتداء ہے۔
اور نہ ابد کی کوئی انتہا ہے۔ وہ ذات ہمیشہ سے ہے۔ اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ ذات
فرما رہی ہے۔ ورفعنا لک ذکرک ہم نے بلند کر دیا اے پیارے محبوب تیری خاطر۔ تو جس کا

ذکر اللہ رب العزت بلند تر ہے۔ وہ ہستی بلند تر ہے کہ جس ہستی کی بلندی کے لیے
زوال نہیں۔ جس کا ذکر سب سے اونچا کرے۔ جس کے لئے کوئی اونچائی پستی
نہیں۔ جس کا ذکر وہ ہستی بلند تر ہے جس کے لئے کوئی پستی۔ کوئی زوال تصور
بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا مطلب یہ ہو؟ کہ کوئی ہستی اللہ تعالیٰ سے قوی
ہے۔ تو اللہ کے بلند کئے ہوئے ذکر سے نیچا کر سکے۔ اس کا وجود اس اللہ سے
سے زیادہ طاقتور ہو۔ جو اسے گوارا دے سے نا کام کر سکے۔ اب کائنات کا
کوئی ذرہ یا کوئی شخص۔ اس سے زیادہ قدرت۔ اس سے زیادہ صاحب قوت
اس سے زیادہ صاحب اقتدار ہو۔ تو پھر اس کے ذکر بلند کئے ہوئے کو فنا کر سکے
جو ذات خود فنا سے آشنا نہیں ہے۔ تو اس کا بلند کیا ہوا ذکر بھی فنا سے آشنا نہیں
ہو سکتا۔ جو ذات خود زوال سے آشنا نہیں ہے۔ اس کا بلند کیا ہوا ذکر کبھی
فنا سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ جب سے وہ ذات ہے۔ اس وقت سے ذکر کی بلندی ہے
جب تک وہ ذات رہے گی۔ اس وقت تک حضور کی بلندیوں کا دریا رہے گا۔ نہ اس ذات
کے لیے آغاز و انجام ہے۔ اور نہ ذکر مصطفیٰ ﷺ کے لیے آغاز و انجام ہے۔ نہ اس ذات
کی ہستی کا کوئی اختتام ہے۔ اور نہ اس کے حبیب کے ذکر کا کوئی اختتام ہے۔

تب سے وہ ذات ہے۔ اس وقت سے یہ ذکر ہے۔ جب تک وہ ذات باقی رہے گی
اس وقت تک اس ذکر کو باقی رہنا ہوگا۔ کیونکہ قرآن کا یہ واضح حکم ہے۔ ورفعنا
لک ذکرک۔ اے حبیب تیرا ذکر تیری خاطر ہم نے بلند کر دیا۔ یہاں یہ امر بھی
قابل توجہ ہے کہ جب اللہ رب العزت حضور کا ذکر بلند کرتے ہیں۔ تو کس طرح کرتے
ہیں کہ اپنا سارا کلام جس کا اصطلاحی نام قرآن مجید ہے۔ یہ سارے کا
سارا قرآن سیرت مصطفیٰ بنا دیتے ہیں۔ ذکر بلند کس طرح ہوتا ہے۔ کہ
قرآن مجید کو سیرت مصطفیٰ ﷺ کی سب سے عظیم کتاب بنا دیتے ہیں۔
قرآن سیرت مصطفیٰ کی سب سے زیادہ مفصل کتاب ہے۔ قرآن چونکہ کلام الٰہی
ہے۔ اور کلام صاحب کلام کی صفت ہوتا ہے۔ جو کچھ بول رہا ہوں۔ یہ میرا کلام
ہے۔ اور میرا کلام میری صفت ہے۔ اور کلام متکلم کے کمالات کا آئینہ دار بھی
ہوتا ہے۔ کلام کو سن کر آپ متکلم کے فضائل و کمالات کا اندازہ بھی لگا سکتے
ہیں۔ تو کلام چونکہ متکلم کی صفت ہے۔ اور متکلم کے مقام و منصب کا آئینہ دار ہے۔ علوم متکلم
کا مظہر ہے۔ اس لیے جو حال متکلم کا ہوگا۔ وہی حال اس کی صفت میں بھی پایا
جائے گا۔ سو اگر متکلم ختم ہونے والا ہے۔ اس کا کلام بھی ختم ہونے والا ہے۔

زد و بدل

اگر متکلم تغیر پذیر ہے۔ تو اس کا کلام بھی تغیر پذیر ہوگا۔ اگر متکلم میں تغیر و تبدل
ہو سکتا ہے۔ تو کلام میں بھی رد و بدل ہو سکتا ہے۔ اگر متکلم ہر قسم کے رد و بدل سے پاک
ہوگا۔ اگر متکلم ہر قسم کے تغیر و تبدل سے پاک ہو۔ اگر متکلم ہر قسم کی خرابی۔
ہر قسم کے نقص اور عیب سے پاک ہوگا۔ تو اس کا کلام بھی ہر قسم کے نقص و عیب
سے پاک ہوگا۔ اس کا کلام بھی ہر قسم کے زوال و فنا۔ ہر قسم کی خرابی سے پاک ہوگا
اس لیے اللہ رب العزت کی ذات پاک ہے۔ اس لیے اس کا قرآن اس کا کلام ہونے
کے اعتبار سے قدیم ہے۔ یہ ممکن نہیں صاحب کلام تو قدیم ہو۔ اس کا کلام قدیم
نہ ہو۔ وہ ذات بھی قدیم ہے۔ اور اس کا کلام بھی قدیم ہے۔ اور کلام کیا ہوتا ہے۔
اور کلام کے اندر کچھ مشکولات ہوتے ہیں۔ میرے بولے ہوئے ہیں۔ میرا کلام ہے
آپ اس کو میرا کلام کہیں گے۔ اس کلام میں ان میں کچھ انسان کی خامی کا [illegible] ہوگا۔
حروف کا مجموعہ ہوگا۔ ان کے اندر کچھ ذکر ہوگا کوئی بات ہوگی کہ فلاں کو ہوگا
کچھ تشبیہات ہوں گی۔ ان چیزوں کے مجموعے کو ملا دیں تو۔ اس کو تو کلام کہا گیا
کہتے ہیں۔ تو جب کلام متکلم کی صفت ہے۔ اور متکلم قرآن کا خدا ہے۔
وہ قدیم ہے۔ تو قرآن اس کا کلام ہونے کے اعتبار سے قدیم ہوگا۔ جب

قرآن قدیم ہوا تو قرآن میں جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ وہ ذکر بھی قدیم ہوگا۔
اس لئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں۔ قرآن چونکہ اول سے آخر تک مدح
مصطفیٰ ہے۔ قرآن آغاز سے انجام تک ذکر مصطفیٰ ہے۔ جس طرح خدا بھی
قدیم ہے۔ قرآن بھی قدیم ہے۔ اور نبی کا ذکر اور ان کی مدح بھی قدیم ہے۔
یہ عنوان سب سے متعارف کرانے والے سب سے عظیم ہستی مخلوقات میں سے
حضرت عائشہ رضی ہے۔ اور سیرت نبی ؐ قرآن کے آئینے میں جس موضوع پر
اظہار خیال ہو رہا ہے۔ اس موضوع کو متعارف کرانے والا سب سے پہلا فرد کون ہے
حضرت عائشہ سے آپ سے سوال کیا گیا۔ یا ام المومنین تو بتائیے نبی پاک ؐ
کی سیرت کیا تھی۔ حضور کی سیرت و کردار کیا تھا۔ حضور کا خلق کیا تھا
تو آپ نے فرمایا۔ کان خلقہ پوچھنے والے کیا آپ نے قرآن کو نہیں پڑھا۔ ہم نے پڑھا ہے
اے ام المومنین تو سنو سورۂ مدنی ؐ کی سیرت کچھ نہ تھی سوائے قرآن کے۔ حضور
کی سیرت قرآن تھی۔ اب قرآن ایک طرف خدا کا کلام ہے۔ اور خدا کا کلام
ہونے کے اعتبار سے خدا کی صفت ہے۔ دوسری طرف یہی قرآن حضرت
عائشہ صدیقہ کے حسب ارشاد نبی پاک ؐ کی سیرت طیبہ کا آئینہ دار ہے

اور حضور کی سیرت و کردار ہر دو اعتبار سے حضور کی صفت ہے۔ اور قرآن خدا کا کلام ہونے کی حیثیت سے خدا کی صفت ہے۔ اور صاحب ذکر کی نسبت سے نبی پاک کی نسبت ہے۔ اس لیے قرآن ایک طرف سے خدا کی صفت ہے۔ ایک جہت سے رسول خدا کی صفت ہے۔ لہٰذا قرآن خدا کی صفت کے اعتبار سے قدیم ہے۔ اور نبی پاک کی روح و ذات کے اعتبار سے قدیم ہے۔ لہٰذا رسول پاک کی سیرت و کردار جو سراسر قرآن ہے۔ تو قرآن سراسر حضور کی سیرت و کردار کا بیان ہے۔ اور آئینہ دار ہے۔ یہ ہے اس موضوع کا مفہوم۔

سب سے پہلے اس پہلو پر روشنی ڈالنا چاہوں گا۔ کہ قرآن حکیم حضور کی سیرت کو کیوں بیان کرتا ہے۔ سب سے پہلا سوال جو ذہن میں پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا ضرورت تھی حضور کی سیرت کو قرآن میں محفوظ کرنے کا۔

دوسرے لوگوں کی سیرتیں لوگ لکھا کرتے ہیں۔ مصنفین اور مورخین جب بزرگوں، مقتداؤں کے سیرت نگار ہوئے۔ اور حضور کی سیرت و کردار دو کروڑ ایک کروڑ انسانوں نے لکھی ہیں۔ لیکن قرآن حضور کی سیرت کو کیوں بیان کرتا ہے میرے نزدیک دو ہی سبب ہیں۔ حضور کی سیرت کا قرآن کے اندر

موجود ہونے کا۔ کچھ تقاضے تھے جن کی وجہ سے قرآن کو حضور کی سیرت کا
موضوع بنایا گیا۔ سب سے پہلا جو تقاضا تھا۔ کہ نبی اکرمؐ کی سیرت واحد
کسی ایک انسان کی سیرت نہیں۔ حضور کی سیرت واحد کسی ایک انسان کی سیرت
و کردار نہ تھی۔ بلکہ یہ ایک ایسی سیرت تھی۔ جو کہ بسوا خود اسلام کی حقانیت
کی بہتر دلیل نہ ہو سکتی۔ حضور کی سیرت سے بڑھ کر اسلام کی حقانیت کا
کوئی ذخیرہ نہ تھا۔ حضور کی سیرت سے بہتر خدا کی توحید پر کوئی مستند سند نہ تھا
حضور کی سیرت سے بہتر خدا کی ذات مبارکہ پر کوئی بہتر دلیل نہ تھی۔ حضور کی ذات
سے بڑھ کر قرآن کی صداقت کا کوئی ذخیرہ نہ تھا۔ حضور کی سیرت سے بڑھ کر
اور رب العزت کی ... کا کوئی ... نہ تھا۔ کیونکہ اسلام کی حقانیت
حضور کی سیرت میں مضمر ہے۔ خدا کی توحید کا پیغام اپنی صداقت و حقانیت کی بنیاد
پر حضور کی سیرت و کردار کو چاہتا تھا۔ خدا کی ربوبیت اس کی خالقیت اس
کی ربوبیت اس کے قدرتی اوصاف و کمالات کو ظاہر کرتا۔ حضور کی سیرت میں
ہونے والا تھا۔ اسی لئے قرآن نے خدا کا کلام تھا۔ جس نے حضور کی سیرت
ھیرے کو اپنے اندر سمالیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پورا عالم کو تاریک

کے اندر۔ ہر طرف ضلالت گمراہی ظلم عصیان کا دور دورہ تھا۔ حضور کے تعارف سے
کوئی آشنا نہ تھا۔ جو خانہ کعبہ خدا کی توحید کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس وحدت
کدہ ابراہیمی میں 360 سو بت رکھ دیئے گئے تھے۔ انسان اس ظلمت کے دریا
میں ڈوب چکا تھا۔ کہ اس کی جبین اس کے ہاتھوں سے بنائے ہوئے بتوں کے سامنے
جھکنے پر مجبور تھی۔ ایسے حال میں حضور نے کوہ صفا پر۔ حضور نے
مکہ کے رؤسائے قریش کے سرکردوں کو دعوت دی اور ان کو اکٹھا کیا۔ اور سب سے
پہلے حضور نے خدا کی توحید کا پیغام ان تک پہنچایا۔ جب خدا کی توحید کا پیغام
ان لوگوں تک پہنچایا گیا۔ انہوں نے اس دعوے کی صحت کی دلیل طلب کی
انہوں نے کہا۔ اے محمد تیرا دعوٰی بہت بلند ہے۔ ہمارے معتقدات کی رد
کرتا ہے۔ لیکن دلیل کیا ہے تیرے پاس اس امر کی کہ خدا ہے اور ایک ہی ہے۔ اس
پیغام کو ماننے کے لئے دلائل کیا ہیں۔ ہم نے تو خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا۔
ہم نے تو خدا کو آج تک نظر سے نہیں دیکھا۔ ہم تو 360 خداؤں کو مانتے چلے
آئے ہیں۔ ہم کس طرح مان لیں کہ خدا ہے۔ اور 360 خدا جھوٹے ہیں
اور صرف ایک خدا سچا ہے۔ اس دعوے کی دلیل کیا ہے

کو مخاطب

قربان جاؤں حضرت محمد کی سیرت طیبہ پر سرکار دو عالم اگر اس وقت چاہتے کہ خدا کی عطا
کردہ قوت کے ساتھ اس پہاڑ کو زمین کو چاک کر کے اس خدا کی توحید کی دلیل پیدا کر دیتے
مردے کو زندگی دے کر خدا کی توحید کی دلیل پیدا کر سکتے تھے۔ اس لئے آج معجزاتی سطح کی
انسانیت کے سامنے خدا کی توحید کا سب سے پہلے دعویٰ پیش کیا جا رہا تھا۔
اس توحید کے دعوے کو سچا ثابت کرنے کے لئے کس سطح کی دلیل طلب
کرتے اور وہ رب العزت اس دنیا میں اس سطح کی دلیل پیدا کر کے پیش کرتے
لیکن حضور نے کسی قدرتی معجزے کو دلیل کا معیار نہیں بنایا۔ حضور نے سورج
دو ٹکڑے کر کے زمین کا سینہ چیر کر یا قدرتی مظاہر کو خدا کی دلیل
بنا کر پیش نہیں کیا۔ آپ نے یہ دلیل پیش کی۔ خدا کے وجود پر اور خدا کی توحید
پر۔ وہ پہلی دلیل تھی اسلام کی اور یہی آخری دلیل تھی۔ اور یہ دلیل تھی وہ سوال اگر زمانہ
کے ساتھ موجود آج تک رد نہ ہو سکی ہے اور قیامت کی آخری گھڑی تک۔
دنیا کی کوئی ہستی اس دلیل کو رد نہ کر سکے۔ وہ دلیل کیا تھی۔ جس نے کفار کو
لاجواب کر دیا۔ کفار کی زبانیں کھینچ کر دی اور ان کے اعتراض کو ہمیشہ ہمیشہ
کے لئے ختم کر دیا۔ وہ دلیل کیا تھی جس کو آپ نے پیش فرمایا۔ خدا کی ہستی

کی دلیل طلب کرنے والو۔ خدا کے ہوتے ہوئے شہادت مانگنے والو۔ اور خدا کے ایک ہونے پر
ثبوت طلب کرنے والو۔ میں نے آج سے پہلے چالیس برس علم کے اونچے میناروں
اندر بسر کیے۔ میں نے مکہ کی وادی میں جنم لیا۔ میں نے حضرت آمنہ کی گود
میں پرورش پائی۔ حضرت حلیمہ کے گھر چار سال تک رہا۔ میں تمام رستے
مکہ کے ریگستانوں میں بکریاں چراتا رہا۔ میں تمام رستے مکہ کے گلیوں کوچوں میں
میرا بچپن گزرا۔ میری جوانی بھی اگرچہ یہیں گزری۔ یہیں میں نے شادی کی۔ یہیں میرے
بچے پیدا ہوئے۔ میں نے شام اور مصر تک تجارت کا کام کیا۔ میں نے جنگوں میں بھی شرکت کی۔
میں نے خدا کی یاد میں کئی غاروں میں چھپ چھپ کر۔ اور دن کے جلوتوں میں بھی زندگی کے
شب و روز بسر کیے۔ میری خلوت بھی تمہارے سامنے ہے۔ میری جلوت بھی تمہارے سامنے
ہے۔ میری رات کی گزری ہوئی اور دن کی گزری گھڑیاں بھی تمہارے سامنے ہیں۔ میرے دل کے چھپے
ہوئے میرے لمحات بھی تمہارے سامنے ہیں۔ میں کسی کا باپ ہوں۔ اور کسی کا بیٹا بھی ہوں۔
میں کسی کا رشتہ دار ہوں۔ کوئی میرا دوست ہے۔ کوئی میرا دشمن ہے۔ کسی کو میں نے کچھ
دیا۔ کسی سے میں نے کچھ لیا۔ میری زندگی کی کتاب۔ چالیس برس پر مشتمل اس کا ایک
ایک ورق۔ ایک ایک صفحہ تمہارے سامنے ہے۔ ایک ایک سطر تمہارے سامنے ہے۔ میرے بچپن

سے لے کر آج کے دن تک (ورق ورق) چالیس برس پر مشتمل میری سیرت کی کتاب کا ایک ایک ورق کھول کے دیکھ لو۔ اگر پیدائش کے دن سے لیکر آج کے لمحے تک میری پوری زندگی میں اگر ایک لمحہ بھی عیب دار نظر آجائے۔ تو خدا کے وجود کا انکار کر دینا۔ اگر میری چالیس برس کی زندگی میں ایک لمحہ بھی نقص سے بھرپور نظر آجائے۔ تو پھر خدا کی توحید کا انکار کر دینا۔ اگر میری پوری زندگی کی کتاب کا ایک حرف ایسا نظر آجائے جہاں پر اعتراض کی انگلی رکھنا مقصود ہو تو خدا کے ایک ہونے کا انکار کر دینا۔ قرآن کو نہ ماننا۔ اسلام کا انکار کر دینا۔ توحید و رسالت کا انکار کر دینا۔ خدا کے کارخانہ قدرت (اس کی سب سے بڑی دلیل) میں سب سے بڑھ کر سب سے عظیم (سب سے بڑی) نشانی آخری دلیل محمد مصطفیٰ کی ذات ہے۔

اس دلیل کے پیش ہونے کے بعد۔ عالم کفر مبہوت و ساکت ہو گیا۔ اور دشمن کو یہ کہنے کی جرأت نہ ہوئی کہ اے محمد تیری زندگی کا فلاں پہلو عیب دار ہے۔ تیری چالیس برس کی زندگی کا فلاں گوشہ ایسا ہے جو محلِ نظر ہے۔ کوئی کافر آج تک یہ نہ کہہ سکا۔ نہ حضور کے سامنے (اور) نہ حضور کی عدم موجودگی میں۔ جب ابوسفیان حبشہ میں نجاشی کے پاس پہنچے۔ اسلام لانے سے پیشتر کی بات ہے۔ تو نجاشی نے اسے ایک کمرے میں علیحدہ کر دیا۔ الگ لے جا کے پوچھا ابو سفیان اس وقت ہم دونوں

اکیلے ہیں۔ نہ میری بات تیرے سوا کوئی اور سن رہا ہے۔ اور نہ تیری بات میرے سوا کوئی اور
سن رہا ہے۔ مجھے ایک سوال کا جواب ٹھیک ٹھیک سا دے دو۔ سوال یہ ہے کہ جس محمد
کی تم مخالفت کرتے ہو۔ بتاؤ اس کی سیرت و کردار کیسا ہے۔ یہ بتاؤ داستان کیا
ہے تم اس کے ساتھ بڑی مدت گزار چکے ہو۔ تم نے اس کو کیسا پایا۔ ابو سفیان کہتا ہے
اے نجاشی خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ اگر ہماری سیاست
قیادت کو خطرہ لاحق نہ ہو۔ ہم نے آج تک سچا کھرا انسان ان جیسا نہیں
دیکھا۔ یہ حضور کے دشمنوں کا اعتراف ہے۔ اس وقت عرض یہ کر رہا تھا۔ حضور
نے اپنی سیرت و کردار کو اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل کو پیش کیا۔ یہ تو حضور کا
پیش کرنا تھا۔ حضور نے پیش کیا تھا اپنی سیرت کو۔ خدا کی توحید کے ثبوت کے طور پر
جب اللہ رب العزت سے پوچھا گیا کہ اے اللہ۔ تجھے ماننے کے لئے ہمیں کسی ایسے ثبوت
کی ضرورت ہے۔ جس ثبوت کو دیکھ کر جانیں۔ تیری ہستی پر ایمان لانے کیلئے ہمیں
کسی ایسی دلیل کی ضرورت ہے۔ جس دلیل میں شک کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ تیرے
پاس ایسی کونسی دلیل ہے۔ جس سے بڑھ کر تیری ہستی کیلئے اور کوئی دلیل نہ ہو۔ اللہ
تعالیٰ نے سب میں یہی جواب دیا۔ جو حضور نے دیا تھا۔ فرمایا قد جاءکم من اللہ نور

برہان من ربکم ۔ وانزلنا الیکم نورا مبینا ۔ موجودہ عالم انسانیت کو انکار ہے کیا
میری ہستی سے ۔ میرے وجود، میری ربوبیت، میری خالقیت پر دلیل طلب کرنا ہو تو
آگاہ ہو جاؤ۔ میری خدائی کی بارگاہ سے اس کائنات کے لئے سب سے بڑا ثبوت
تمہارے پاس آ گیا۔ اگر میرے حسن و جمال کے جلوے دیکھنا چاہتے ہو تو
چہرہ مصطفیٰ کے حسن و جمال کو دیکھ لو۔ اگر میری قدرتوں کا رنگ دیکھنا چاہتے
ہو تو مصطفیٰ کی تمام قوت و قدرت دیکھ لو۔ اگر میری صداقت دیکھنا چاہتے
ہو۔ اگر میرا علم و حکمت دیکھنا چاہتے ہو۔ اگر میری صفات میرا کرم
میری وسعت، میری اندر کی ربوبیت کو دیکھنا چاہتے ہو تو نبی پاک ﷺ کی
ذات کو دیکھ لو۔ حضور کی سیرت کو دیکھ لو۔ حضور کے اوصاف و کمالات کو دیکھ
لو۔ حضور کو دیکھ کر تمہیں میرے ہونے کا یقین آ جائے گا۔ حضور کو دیکھ کر
مجھے سب سے عظیم خالق ہونے کا یقین آ جائے گا۔ چونکہ قرآن نبی کریم ﷺ
کی سیرت کو اللہ کی توحید کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اسلام کی
حقانیت کے دلائل کے طور پر پیش کرتا ہے۔ خود وہی قرآن
اسے معجزے کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جو دلیل ہے

وہ وضاحت کا سے کہ قرآن کے اندر بیان کر دی جائے۔ یہ شروعات ہے تفصیل کی
مسئلہ قرآن میں بیان درج کیا جاتا۔ چنانچہ نبی کریم کی اس سیرت کو۔ اللہ تعالیٰ
نے اپنے کلام یعنی قرآن کا موضوع بنا دیا۔ یہ تو ایک سبب تھا۔ اب دوسرا سبب
حضور کی سیرت قرآن کے اندر موجود ہونے کا یہ ہے۔ کہ نبی کریم کی سیرت میں
قرآن اطاعت کی واحد صورت ہے۔ حضور کی سیرت کے بغیر۔ قرآن اطاعت کا
صورت عملی شکل میں پیش میں بات کر رہا ہوں۔ خدا کو دیکھنا ناممکن ہے حضور کی سیرت کے
بغیر۔ خدا کو جان کر اس کی اطاعت کرنا ناممکن ہے حضور کی سیرت کے بغیر۔ کیونکہ
خود قرآن کہتا ہے میں یہاں ضمنی عرض کر دوں۔ آج کا موضوع ہے حضور کی سیرت
اور کردار قرآن کے آئینے میں۔ اس لئے اول سے آخر تک ہماری جتنی گفتگو ہو گی۔ اس
کا مرکز اس کا محور صرف اور صرف قرآن ہو گا۔ میں قرآن پاک کے علاوہ یہاں تک
کہ حدیث پاک سے کسی کتاب کا بھی دلیل کے طور پیش نہیں کروں گا۔ کیونکہ یہ الگ موضوع
ہے۔ عرض کر دی۔ قرآن کے آئینے میں حضور کی سیرت کو دیکھنا ہے۔ لہٰذا
جو حضور کی نسبت کہوں گا۔ قرآن کی اصل سے کہوں گا۔

عرض کر رہا ہوں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

جو رسول ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہی خدا کی اطاعت کر رہا ہے۔ کہ خدا کی اطاعت رسول ﷺ
کی اطاعت کے بغیر ممکن نہیں۔ حضور کی اطاعت حضور کی سیرت کے بغیر ممکن نہیں۔
اس لئے قرآن نے حضور کی سیرت کو اپنا موضوع بنایا۔ تاکہ لوگ قرآن کے حوالے سے
حضور کی سیرت سے آشنا ہوں۔ حضور کی سیرت سے الفت اور محبت پیدا کریں۔
اور یہی وہ طریق ہے کہ خدا کی اطاعت میں حضور کی غلامی اور اطاعت میں انسان
کا سر جھکا رہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا گیا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ
فاتبعونی یحببکم اللہ کہہ دیں اے پیارے حبیب اپنی پیاری پیاری زبان سے
ہی کہہ دیں۔ کہ ان کنتم تحبون اللہ اگر تم خدا کی محبت کا دم بھرتے ہو اگر
تم دعوی کرتے ہو۔ خدا سے محبت کرنے کا تو خدا سے محبت کا دعوی اس وقت
تک سچا نہ ہوگا (فاتبعونی) جب تک میری غلامی میں نہ آجاؤ گے۔ میری اتباع
کرو گے تو خدا کی محبت سچی ہے۔ اور میری اتباع نہ کرو تو خدا کی محبت
کا دعوی غلط ہے۔ تو پھر حضور ﷺ کی اتباع کا صلہ کیا ہوگا۔ پھر خدا کی محبت
نصیب ہو جائے گی یہی نہیں آپ نے تو یہاں تک۔ خدا سے محبت کرنے والا خود اپنا محبوب
بنے۔ حرف ~~...~~ عائشہ کی رکن حضور کی سیرت کی پیروی اور حضور کی سیرت کی پیروی

کا درجہ کیا ملے گا۔ یعنی کہ معلوم ہوا کہ اب بندہ خدا کا محب نہیں بلکہ اس کا محبوب بن جاتا ہے۔ اب بندہ خدا کا طالب نہیں اس کا مطلوب بن جاتا ہے۔ بندہ خدا کا مرید نہیں اس کا مراد بن جاتا ہے [قرار پا جاتا ہے] اور یہ وہ مقام ہے۔ جس پر اقبال کہتے ہیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں —

یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔

عام بندہ خدا کی یاد کا منتظر رہتا ہے۔ اور جو اس کا بندہ ہو جائے۔ اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ ہر گھڑی ہر ساعت وہ جاگتا رہے یا سوتا رہے۔ خدا اس کی رضا کا منتظر ہوتا ہے۔ عام بندہ تو خدا کی طرف تکتا ہے کہ خدا کو کیا پسند ہے میں اس سے وہ مانگوں۔ اور کیا پسند نہیں وہ میں نہ مانگوں نہ طلب کروں۔ اس کو کیا پسند ہے میں وہ کروں۔ اور جو نا پسند ہے نہ کروں۔ لیکن بندہ خدا کا سوچا ہے مگر یہ ذات تکتی ہے بندے کی طرف۔ میرا بندہ کیا چاہتا ہے میں وہ عطا کر دوں اس کی زبان کھلنے سے پہلے [عطا]۔ تقدیر اپنی اس پہ [آکر یہ] اور اس کے مشورے کر دے۔ اس کے ہاتھ اٹھانے سے پہلے۔ میری نعمتیں [میں] اسے بخشوں اور نوازشیں دے دوں [پہلے] اس سے کہ مجھ سے مانگے میں خود آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لوں۔ یہ فرق ہے بندے اور خدا کے بندے

Scanned with CamScanner

میں تو خدا کا بندہ کہلا سکتا ہے۔ فاتبعونی جب حضور کی سیرت کی پیروی ہو جائے
چونکہ حضور کی سیرت ہی صرف خدا کا بندہ ہونے کی راہ ہے۔ اور خدا کی اطاعت کی صورت
ہے۔ اس لیے ضروری تھا۔ کہ حضور کی سیرت تفصیل کے ساتھ قرآن پاک میں ارشاد
فرمائی جائے۔

یہی سبب حضور کی سیرت کا قرآن کے اندر موجود ہونے کا ہے۔ پہلے عرض کیا
جا چکا ہے کہ سیرت طیبہ۔ اسلامی شریعت اور مسلمانوں کے قانون کا ماخذ ہے۔ جتنے
فتنے رونما ہوئے ہیں ان میں ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ بس قرآن فقط کافی ہے۔
حضور کی سنت یا حضور کی سیرت کی مسلمانوں کو کوئی ضرورت نہیں۔ وہ صرف اس دور میں
زمانہ ہی کا سبق تھی۔ لیکن اب اس کے بعد قرآن آپ کے پاس آ چکا۔ اس قرآن
ہی کو پڑھ کر اپنے راستے (راہیں) متعین کریں۔ حضور کی سیرت حضور کی سنت حضور
کی حدیث۔ حضور کی حدیث نہیں ہے۔ یہ ایک بڑا (شدید) اعتقادی فتنہ ہے۔ اور خوب تک
موجود ہے۔ مسلمانوں کی فکری کاوشوں کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ میں اس خاطر
عرض کر رہا ہوں۔ کہ قرآن سیرت کا موضوع اس لیے قرار دیا گیا۔ کہ پورا دین
اور شریعت اسلامی کا ~~منبع~~ مصدر اور سرچشمہ ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد

تو دیا گیا۔ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا۔ جو کچھ رسول کریم
تمہیں عطا کریں وہ لے لو۔ اور جس چیز سے رسول تمہیں منع کر دیں۔ اس سے رک
جاؤ۔ تو اسلام کے اندر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا معیار کیا ہے۔ حضور کی
ہاں یا حضور کی نفی۔ حضور کچھ کہہ دیں تو وہ اسلام کا حکم بن جائے۔ حضور روک
دیں تو وہ اسلام کی نہی بن جائے۔ اس کے اس کے بغیر اسلام کے جسم کا کوئی عضو
نہیں۔ حضور سکوت تو پھر بھی اسلام کا ایک حکم بن جائے۔ حضور جاگ تو پھر بھی
اسلام کا ایک رنگ قرار پائے۔ حضور چلیں تو جس کہ ہم کا چلنا بھی شریعت کا ایک
انداز ہو۔ حضور مسکرا دیں تو پھر بھی شریعت کا ایک رنگ ہو۔ حضور گفتگو کریں
تو وہ بھی اسلام کا ایک پہلو ہو۔ حضور سکوت کریں تو بھی اسلام کا ایک پہلو
ہو۔ اور حضور گھڑیاں جاریں تو وہی قرآن کا موضوع ہو۔ حضور کسی سے بیعت
لیں تو وہ بھی قرآن کا موضوع ہو۔

مستشرقین حضرات۔ الحمد سے والناس تک سارا قرآن پڑھیں اور ولادت
سے وصال تک حضور کی ساری زندگی کو دیکھیں کہ کونسا لمحہ ایسا ہے جو حضور کی زندگی
میں آیا ہو تو قرآن نے اپنے اندر سمیٹ کر لیا۔ تو حضور کی ہر ادا حرکت،

اسلام کا رکنِ اوّل حکم ہے۔ اس لئے ارشاد فرمایا گیا۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے
بے شک نہیں اے پیارے تیرے رب کی قسم کہ لوگ ایماندار ہو ہی نہیں سکتے۔
جب تک وہ تمام اختلافات میں تجھے اس بات کو آخری سند نہ مان لیں۔ اور تیرے فیصلوں
ان کی نگاہیں جب فیصلے کی صورت میں نکلیں تو ان میں تمام رہ جا کر کہیں آگے کو بڑھ جاتی
ہیں۔ تیرے فیصلے سے بڑھ کر حق کی نگاہیں آگے نہ بڑھ سکیں اور اس وقت
محسوس ہو اب ہم ایمان کی حالت میں داخل ہو گئے۔ اور تیرے حکم کو با مجبوری
قبول نہ کریں۔ بلکہ خوش ہو کر قبول کریں۔ اور اپنا سر تیرے حکم کے سامنے اس
طرح جھکا دیں جس طرح جھکانے کا حق ہوتا ہے۔ غور فرمائیں۔ اسلام کا دوسرا حصہ
فطرت یہی ہے مسلمان کی اسلامیت۔ جس طرح کے اللہ تعالیٰ نے پانچوں نمازیں پڑھنے کا حکم دیا
قرآن حکیم میں سینکڑوں مقامات پر۔ اقیموا الصلوٰۃ نماز قائم کرو۔ لیکن کتنی نمازیں
اور ہر نماز میں کتنی رکعتیں اور ہر رکعت میں قیام رکوع اور سجدہ میں کیا کیفیت
کیا نماز میں پڑھنا ہے اور کیا نہ پڑھا جائے۔ تو یہ سب تفصیلات کیا قرآن
میں وارد ہوئی ہیں۔ نہیں کیونکہ قرآن نے ان تفصیلات کو بیان ترک کیا تھا۔ صحابہ کرام
نے سوال کیا یا رسول اللہ حکم تو آ گیا۔ کہ نماز پڑھو۔ لیکن نماز پڑھیں کس طرح

مہیں کیا خبر کہ نماز کتنی رکعات کی ہیں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی
دیکھو۔ جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی پڑھو۔ گویا حضور کا
عمل۔ اسوہ کامل ہے۔ حضور کی سیرت و کردار حجت قرار نہ پائے۔ تو نماز
پڑھنے کا طریقہ سلیقہ قرآن سے میسر نہ آئے۔ اگر حضور کی سنت و سیرت
شریعت کا ماخذ قرار نہ پائے۔ تو روزے رکھنے کی شرائط ساری کی ساری قرآن
سے میسر نہیں آسکتیں۔ اگر حضور کی سنت و سیرت شریعت کا ماخذ قرار نہ پائے
تو حج کے مناسک قرآن سے میسر نہیں آسکتے۔ زکوٰۃ کی تفصیلات قرآن سے
میسر نہیں آسکتیں۔ ارکان اسلام ہوں یا اجزائے ایمان ہوں۔ یا دین حق کی
دیگر تفصیلات ہوں۔ جس حکم کی طرف آپ توجہ کریں۔ اس حکم کو اجمالی طور
پر قرآن میں پائیں گے۔ لیکن اس کی تفصیلات اور عملی صورت حضور کی سنت و سیرت
کے علاوہ کسی اور جگہ نظر نہ آئے گی۔ اس لیے اسلام کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا
حضور کی سیرت کو نظر انداز کر کے۔

قرآن پر اکتفا پر بات کرنے والے اس سوال کا جواب دیں کہ قرآن پر
اکتفا کرنے کی بات کی جاتی ہے۔ یہ قرآن کس شخص پر جبرائیل نے نازل کیا۔

اس قرآن کو نازل ہوتے ہوئے کسی نے دیکھا اور نہ کسی کے کانوں تک اس قرآن کی آواز
پہنچائی۔ کسی نے قرآن کا نزول دیکھا۔ جبرائیل کو اترتے دیکھا۔ کسی کی طرف
سے قرآن کا نسخہ براہ راست موصول ہوا۔ آخر کس طرح پتہ چلا کہ یہ
کتاب قرآن ہے۔ رسول پاک عربی زبان میں گفتگو فرماتے۔ چونکہ آپ کی زبان
مبارک تھا۔ آپ زبان سے جب یہ کہا کہ یہ اس لفظ سے لیکر اس لفظ تک
تک قرآن ہے۔ اور جو اپنی زبان کے نکلے ہوئے لفظوں کو جن جن لفظوں کو حضور
نے قرآن کہہ دیا، وہ قرآن بن گیا۔ جس کو حضور نے حدیث کہہ دیا، وہ حدیث بن گئی۔
اور یہ حضور کی حیثیت ہے اس قرآن کو معلوم کرنے میں ہمیں حضور کی حدیث کے
بغیر نہیں ہوتا۔ قرآن کا قرآن ہونا حضور کی حدیث کو حجت ماننے کے بغیر ممکن نہیں ہے
اس قرآن کے قرآن ہونے کا کوئی سند رسول پاک کے حکم کی حجیت کے بغیر ہمارے پاس
نہیں ہے۔ اس لئے اگر قرآن سے استفادہ کرنے کی خواہش ہو۔ تو حضور کی حجیت
کو پہلے ماننا ہوگا۔ حضور کے حکم کو حجت پہلے ماننا ہوگا۔ حضور کے حکم کو حجت
ماننے سے قرآن قرآن بنتا ہے۔ اور اس کے بعد قرآن کے احکام پر عمل کرنے کی
بات آتی ہے۔ اس لئے میرا عرض ہے کہ آپ حضور کی سیرت کو

قرآن کا موضوع بنانے کا سبب یہی تو وہ سیرت ہے جو قرآن کی راہ دکھاتی ہے۔
اور یہی وہ سیرت ہے جو قانون کی صورت گری کرتی ہے۔ یہ شریعت اسلامیہ کے جسم
کو بیدار رکھنے کرتی ہے۔ اور اگر اس سیرت کو نکال دیا جائے۔ اس کو اگر اہل کی
کسی ستون کو ایک لمحے کیلئے پردے کے پیچھے تصور کر لیا جائے۔ تو اسلام کا باقی بچتا کیا
ہے۔ اسلام کی تو ساری دولت۔ اسلام کی تو ساری متاع۔ دیکھیے معنی اسے میسر
آ رہی ہے۔ اگر وہ در ہی آنکھوں کے سامنے نہ رہا۔ تو درکنار۔

تو یہ تیسرا سبب تھا۔ چوتھا سبب حضور کی سیرت کا قرآن کا موضوع ہونے
کا یہ ہے۔ کہ حضور کی سیرت ہی وہ نعمت ہے جس سے انسانوں کو ہدایت میسر آسکتی
ہے۔ حضور کی سیرت کے بغیر ہدایت کا پہیہ ہی نہیں چل سکتا۔ قرآن پاک نے
فرمایا۔ اِنَّكَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ اے پیارے نبی ﷺ بے شک تو ہی تو ہے جو ان
کو سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ انک لتھدی۔ لَ کلمہ تاکید ہے۔ انک میں
کلمہ تاکید ہے۔ تو دو تاکیدوں کے ساتھ فرمایا۔ کہ اے پیارے تو ہی تو ہے۔ جو ان کو
سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ اور اگر یہ تیری راہ سے منہ پھیر لیں۔ تو سیدھی راہ ان
کو دکھانے گا کون۔ اور رب تعالیٰ نے قرآن نے یوں کہا۔ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

اس سے بھی زیادہ تاکید کے ساتھ بیان کیا۔ کہ اس نبی ؐ کی سیرت کی پیروی کرو۔
تاکہ تمہیں ہدایت میسر ہو سکے۔ گویا ہدایت کو حضور کی سیرت کی پیروی
پر موقوف قرار دے دیا۔ اگر حضور کی سیرت کی پیروی نہیں ہو۔ تو قرآن کے حکم کے
مطابق ہدایت میسر نہیں آسکتی۔ تو جس سیرت کی پیروی سے ہدایت کا میسر آنا
متعلق تھا۔ وہ حضور کی سیرت کا سب سے بڑا موضوع قرار کیوں نہ پائے۔ ایک اور مقام پر
ارشاد فرمایا۔ آمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم۔ اہل ایمان کی تعریف یہ
ہے۔ کہ وہ ایمان لاتے ہیں۔ وہ ایمان لائے۔ کس بات پر۔ بما نزل علی محمد جو کچھ
محمد ؐ پر نازل ہوا۔ جو کچھ حضور نے فرمایا تھا کہ یہ مجھ پر اترا ہے۔ وہ حضور کے فرمانے
پر ایمان لے آئے۔ وھو الحق من ربھم۔ اور یہی خدا کی طرف سے حق ہے۔ تو حق
کسی اور کو حق پہنچایا نہیں حضور کی سیرت کے بغیر۔ اس لئے سیرت مصطفیٰ ہی قرآن کا
سب سے بڑا موضوع قرار پایا۔ یہ چوتھا سبق تھا۔ پانچواں اور آخری
سبب حضور کی سیرت کا قرآن کے موضوع ہونے کا یہ ہے کہ یہی وہ سیرت ہے
جو انسانیت کا آخری نقطہ کمال ہے۔ یہی وہ سیرت ہے۔ جس سے بڑھ کر
دنیا کے انسانیت میں ~~سب~~ بڑھ کر کسی نمونہ کمال کا تصور نہیں ہو سکتا۔

یہیں وہ سیرت ہے جس سے آگے عظمت حرکت نہیں کر سکتی۔ جس سے آگے بلندی
جا نہیں سکتی۔ ساری عظمتیں سارا کمال بلندیاں۔ سارے کمال، اور انسانی فکر
کی ساری حرکت جس نقطے پر جا کر ختم ~~[illegible]~~ ہو جاتی ہے۔ وہ نقطہ سیرت مصطفوی
کا ہے۔ حضور کی سیرت سے آگے۔ ساری کائنات میں بلکہ خدا کی ساری کائنات
میں۔ حضور کی سیرت سے آگے بلندی کا کوئی تصور ممکن نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے قرآن نے کہا۔
لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ بے شک تمہارے لیے رسول اکرم ﷺ کی ذات میں
بہترین نمونہ کمال ہے۔ اگر نمونہ کمال کی تلاش میں ہو۔ تو پھر حضور کی سیرت کو اپنا لو۔
کیونکہ حضور کی سیرت سے بہتر کمال انسانی کا کوئی اور نمونہ نہیں ہو سکتا۔ اور حضور کی سیرت
کمال کا نمونہ سب سے بہتر کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس سیرت کو اس طرح بنایا۔ اللہ رب العزت
نے اس سیرت کو اس طرح بنایا کہ اس میں کسی غلطی اور خطا کا کوئی احتمال باقی نہ رہا۔
غلطی اور کمال صرف دو ہی صورتوں سے آ سکتی ہے۔ یا زبان سے یا قول سے یا عمل سے
دو ہی صورتوں سے پتہ چل سکتا ہے کہ بات غلط ہے۔ یا یہ کام غلط ہے۔ تو حضور
کی سیرت حضور کے قول اور عمل کا مجموعہ تھی۔ وہ ہر غلطی اور خطا سے پاک قرار دی گئی
کہ اللہ رب العزت نے حضور کے قول کو اپنا قول قرار دیا۔ حضور کے عمل کو اپنا عمل قرار دیا۔

Scanned with CamScanner

اس لئے حضور کے قول و عمل کو بھی غلطی لغزش سے پاک قرار دینے کے لئے۔ جو انداز بیان اپنایا
جاتا۔ انسان جو خطا کا پتلا ہے۔ یعنی ممکن ہے کسی نہ کسی صورت سے۔ اپنے ناقص
ذہن کے مطابق۔ حضور کے اس قول یا حضور کے کسی عمل پر۔ انگشت اعتراض بلند کرنے
کی ناکام کوشش کرتا۔ اللہ رب العزت نے فرمایا۔ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی
یہ محمد ﷺ اپنی خواہش سے کچھ بولتے نہیں۔ ان ھو الا وحی یوحی۔ جو کچھ اس کی زبان سے نکلتا ہے
سو فیصد اس کی وحی ہے اس کی طرف کی جاتی ہے۔ یہاں ایک بڑا لطیف نقطہ ہے آیت کا
آغاز ہوا ہے وما ینطق عن الھوی۔ ینطق فعل ہے نطق فعل مضارع ہے
کہ نبی ﷺ اپنی خواہش سے کچھ بولتے اب چاہئے تو یہ تھا۔ اب اس کے جواب میں یوں ہو
جاتا۔ جو کچھ بولتے ہیں خدا کی وحی ہوتی ہے۔ لیکن اس طرح نہیں فرمایا۔ پہلے فعل
کا ذکر کیا بعد اس کے اللہ ھو کی ضمیر بیان کی۔ دوبارہ فعل کو نہیں دہرایا۔ وما ینطق
عن الھوی۔ کہ یہ رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے۔ ان ھو اب ھو کا مرجع کیا
ہے۔ ھو کا مرجع ینطق نہیں بلکہ نطق سے بنا دیا جائے گا کہ نطق جو کچھ اس رسول کی
زبان سے نکلتا ہے۔ خواہ یہ رسول سنجیدگی کی حالت میں ہو۔ یا بیماری کی حالت میں ہو۔
خواہ یہ رسول چلتے ہوئے گفتگو کر رہا ہو۔ یا انسان سے بیٹھ کر بات کر رہا ہو۔

خواہ وہ رسول میدانِ جنگ میں خطبہ دے رہا ہو یا مسجد کے منبر پر خطاب کر رہا ہو۔ خواہ وہ رسول گھر کی خلوتوں میں اپنی ازواج سے گفتگو کر رہا ہو۔ یا دوستوں یا شاگردوں کے جھرمٹ میں اپنے ہدایات تعلیمات بیان کر رہا ہو ارے جس حال میں جس گھڑی جس ساعت میں جو کچھ زبان سے نکل رہا ہو۔ یقین کر لو کہ حضور کا قول نہیں خدا کا قول ہے جس ذات ہر گھڑی میں ادا ہونے والے زبانِ مبارک کے ہر لفظ کو اپنا لفظ قرار دے رہی ہے۔ اس کے لیے حضور کی زبان سے کسی غلطی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ یہ تو قول کا عالم تھا۔

اب عمل کی طرف بھی آئیے۔ ارشاد فرمایا گیا۔ کچھ عمل ہوتے ہیں اختیاری اور کچھ جن کا کوئی شرعی مقصد ہوتا ہے۔ کچھ عمل ہوتے ہیں اضطراری۔ اور کچھ عمل اختیاری اور ارادی تو ہوتے ہیں لیکن قانون اور شرعی مقصد کے لیے نہیں کسی دنیوی حکمت اور مصلحت کے لیے ہوتے ہیں۔ رسول پاک میدانِ جنگ میں کنکریاں مارتے ہیں مخالفین کو تو یہ ایک جنگی حکمت و مصلحت ہے تو کنکریاں مارتے ہیں۔ ان کنکریوں کے عمل کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اے محبوب وہ کنکریاں تو نے نہیں ماریں۔ جو تو نے ماری سمجھیں۔ ولکن اللہ رمی۔ وہ کنکریاں تو اللہ نے ماری تھیں۔ وما رمیت یہ سب سے پہلی نفی کی حضور کے عمل کا

تاکہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ رسول جو کرتا ہے اُس کا اپنا فعل ہے۔ نفی کر دی۔ وما رمیت
یہ کنکریاں تم نے نہیں ماریں۔ اذ رمیت اب اثبات ہے تاکہ لوگوں کو یہ بھی پتہ چلے
کہ نبی کے فعل کو خدا اپنا فعل قرار دیتا ہے۔ نفی کر کے ذہنوں کو صاف کر دیا۔ وہ کنکریاں
تو نے نہیں ماریں کیونکہ کنکریاں جو تو نے ماریں ہیں ولکن اللہ رمیٰ۔ جان لو کہ وہ
کنکریاں خدا نے ماری تھیں۔ جب رسول کے کنکریاں مارنے کا عمل خدا کا عمل ہے
اس رسول کا کوئی اور عمل اس کا ذاتی عمل ہو گا۔

اب حدیبیہ کے میدان میں صحابہ کرام سے بیعت لیتے ہیں۔ حضور بیعت لے رہے
ہیں ہاتھوں پہ ہاتھ رکھا ہے کہ بیعت لیتے ہیں تو اس عمل کو فرمایا۔
ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ ید اللہ فوق ایدیہم۔ اے پیارے جو
لوگ تیرے ہاتھ پہ بیعت کر رہے ہیں جب ان لوگوں کے ہاتھ پہ ہاتھ ہیں۔ خدا کے ہاتھ پہ
بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پہ تیرا ہاتھ نہیں بلکہ اللہ کا ہاتھ ہے۔ اب فعل
کی بات ہی ختم ہو گئی۔ فعل ہاتھوں سے صادر ہوتا ہے تو فعل کی حقیقت کو
ختم کر دیا۔ ہاتھ آلۂ فعل ہے۔ جس جگہ سے فعل صادر ہوتا ہے۔ فرمایا ید اللہ
فوق ایدیہم۔ اے پیارے ہاتھ تو ادھر ہاتھ کا پتہ نہ رہا۔ یہ ہاتھ ہی میرا ہو گیا۔

بتاؤ۔ خدا نے یا قرآن نے غلطی کا صدور کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ تو قول اور عمل دو ہی چیزیں ہیں۔ جن سے عصمت بنتی ہے۔ تو قول رسول میں قول خدا ہوا، اور فعل رسول میں فعل خدا ہوا تو بتاؤ کس مقام پہ غلطی اور خطا کا امکان باقی رہا۔ اگر غلطی حضور کے قول میں ہے یا اگر غلطی حضور کے فعل میں ہے۔ تو پھر یہ غلطی حضور کی نہیں خدا کی ہے۔ خدا کی طرف جو نسبت کے نقص ہے۔ اس طرح نسبت کریں۔ یا اس طرف نسبت کریں۔ یہ سب کچھ کفر ہے۔ اور اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

غرض یہ کہ رہا تھا جو تم رسول کی عصمت امکان خطا سے بھی پاک ہے۔

یہاں پر ایک نکتہ میں واضح کر دوں۔ بعض اوقات ذہنوں پہ یہ سوال آ سکتا ہے کہ کیا حضور کی وہ عصمت۔ جو اعلان نبوت کے بعد تھی۔ حضور کی جو چالیس برس کے پہلے کی وہ بھی غلطی اور خطا سے پاک تھی۔ یا پہلے کی چالیس برس کی زندگی خطا اور غلطی سے پاک ہے۔ یہ بھی سوال ذہن میں آ سکتا ہے۔ تو اس کا جواب دے دوں۔ ساری جو زندگی حضور کی بعثت کے بعد ہے۔ اس کا خطا سے پاک ہونا۔ یہ بعد کا امر ہے۔ پہلے حضور کی زندگی خطا سے پاک ہے۔ کیونکہ اللہ کی توحید کی دلیل رسالت بعد بعثت کی (بعثت سے پہلے) زندگی کو دلیل قرار دیا جا رہا ہے یا پہلے کی زندگی کو۔ حضور کے خود فرمایا ہے فقد لبثت فیکم

عُمُرًا مِّن قَبْلِہٖ۔ اس بعثت سے پہلے جو چالیس برس میں بسر کر چکا ہوں وہ چالیس برس کی زندگی خدا کی توحید کی دلیل ہے۔ جس زندگی کو خدا نے اپنی توحید کی دلیل قرار دے اس زندگی میں اگر خطا کا امکان باقی رہا، بعد کی زندگی کا تو مسئلہ ہی ختم ہو گیا۔ اس لئے سیرت کی کڑی یہ ہے کہ رسالت کی کڑی کے تحت حضور کی سیرت کا ایک ایک لمحہ حضور کی زندگی کا ایک ایک ورق ہر قسم کی غلطی اور خطا سے پاک ہے۔ یہ تھا رسولِ پاک کی سیرتِ طیبہ کا قرآن میں موجود ہونا۔ اب دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں بے شمار ملتیں اور قومیں ہیں۔ ان کے بھی سربراہ پیشوا آئے۔ ان کی سیرتیں لکھنے والے لوگ بیٹھ کر کتابیں لکھتے رہے۔ تو کسی ہستی کی سیرت جو ہے اس کا انحصار اکتساب کن چیزوں پر ہوتا ہے۔ اور سیرت نگار کون ہے۔ جو سیرت کی کتاب لکھ رہا ہے۔ اور سیرت ہی اس کتاب کی زبان کیا ہے۔ سب سے پہلے ترجیح کی یہ ہے کہ سیرت لکھنے والا خود کتنا محقق ہے۔ خود کتنا معتبر اور مستند ہے۔ خود کتنا عالم ہے شاید اس کی تحقیق میں کوئی غلطی تو نہیں۔ یہاں بات اس کے بعد دیکھی جاتی ہے جو کتاب کس موضوع پر لکھی گئی ہے۔ وہ کتاب بجائے مستند ہے۔ اس کتاب میں کہیں رد و بدل۔ کمی بیشی یا کوئی اضافہ نہیں ہوتا رہا۔ دو اور سیرت کی بات کہ کس

زبانوں میں وہ لکھی گئی۔ جب لکھی گئی تھیں۔ کیا وہ زبانیں ہر دور میں زندہ اور مکمل طور پر قابلِ فہم زبانیں بھی ہیں یا نہیں۔ کیونکہ گذشتہ انبیاء، اولیاء اور بزرگوں کی سیرتیں جن زبانوں میں لکھی گئیں۔ آج ان زبانوں میں ایک زبان بھی زندہ اور مکمل طور پر قابلِ فہم نہیں ہو سکی۔ کوئی سیرت عبرانی میں لکھی گئی۔ کوئی کتاب سریانی میں لکھی گئی۔ کوئی کتاب یونانی زبان میں لکھی گئی۔ کوئی کتاب سنسکرت کی زبان میں کوئی کتاب۔ الغرض کسی شخص کی کتاب ہو۔ ہندوؤں کے پیشواؤں کی کتاب ہو۔ یا جنابِ موسیٰؑ کی سیرت کی کتاب ہو۔ یا عیسیٰؑ کی۔ پیغمبروں کی سیرت لکھنے والوں نے لکھی۔ لیکن نہ کسی کا سیرت نگار اتنا مستند تھا۔ جتنا محمد ﷺ کا سیرت نگار مستند ہے۔ نہ کسی کی سیرت کی کتاب اتنی مستند تھی۔ جتنی محمد ﷺ کی سیرت کی کتاب مستند ہے۔ اور نہ کسی کتاب کی زبان اتنی زندہ تھی۔ جتنی حضور کی سیرت کی کتاب کی زبان زندہ ہے۔ اور پھر ساری کی ساری سیرت لکھی گئی۔ آپ کا سیرت نگار کون ہے۔ اس کا لکھنے والا کون ہے۔ جواب آتا ہے۔ ورفعنا لک ذکرک حضور کی سیرت کا ذکر کرنے والا میں ہوں۔ مجھ جیسا اور سیرت نگار کوئی ہو سکتا نہیں۔ تو حضور کا سیرت نگار حضور کا سوانح نگار۔ حضور کا ذکر کرنے والا اتنا بڑا خالق۔ اتنا بڑا سیرت نگار ہے۔ اب اس کی ذات پر شک کرنا

اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوگی۔ حضور کے کمالات کی گفتگو میں بشر رکو وار کرے۔
اس لئے حضور کا سیرت نگار اسے ہے جس کی کوئی مثال کوئی نہیں۔ کتاب کونسی ہے۔
جس میں حضور کی سیرت لکھی گئی۔ وہ کتاب قرآن ہے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا له
لحافظون۔ یہ قرآن ہے اے حبیب پیارے ~~رب نے نازل کیا~~ جو شرح ذکر کی
تیری سیرت کی کتاب ہے۔ اور یہ ہم نے اتاری ہے۔ اور ہم ہی قیامت تک اس کی
حفاظت کرنے والے ہیں۔ اس لئے یہ حضور کا سیرت نگار تحریروں سے اوجھل ہے
کہ سیرت کی کتاب رد و بدل ہونے کا شکار ہو سکتا ہے۔ زبان کونسی ہے۔ جس
میں حضور کی سیرت لکھی گئی ہے۔ ایسا تو نہیں۔ کہ وقت آئے کہ زبان کو سمجھنے
کے قابل نہ رہے۔ تو اللہ رب العزت وعدہ فرماتا ہے۔ انا انزلنہ قرآنا عربیا لعلکم تعقلون
ہم نے یہ سیرت کی کتاب یہ قرآن اسی عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ تو قیامت تک لوگ
اس کو سمجھتے رہیں گے۔ لعلکم تعقلون اور لعلکم کے مخاطب قیامت تک کے سارے
انسان ہیں۔ یہ وہ زبان ہے۔ جو ممکن ہی نہیں کہ قیامت کی گھڑی تک یہ زبان
مردہ زبان ہو جائے۔ عربی کو زندگی مل گئی۔ جس زبان میں حضور کی سیرت لکھی گئی۔
عین ممکن ہے کہ عربی قرآن کی زبان نہ ہوتی۔ اگر عربی مصطفیٰ ؐ کی زبان نہ ہوتی

اگر عربی کو خدا نے اپنے کلام کا ذریعہ نہ بنایا ہوتا۔ تو یہ زبان بھی دوسری زبانوں کی طرح کب کی برباد
ہو چکی ہوتی۔ اس عربی کو بھی زندگی مل گئی۔ دوام مل گیا۔ حضور کی سیرت کی برکت سے
لہٰذا یہ آج بھی قابل فہم ہے۔ تو حضور کی سیرت کی کتاب۔ اب آپ کے سامنے ہے
سوانح نگار آپ کے سامنے ہے۔ زبان آپ کے سامنے ہے۔ تو آئیے۔ اس سیرت
نگاری کی کتاب۔ قرآن کو دیکھتا کہ پوچھیں کہ ہمیں رسول پاک کی زندگی کا کچھ خاکہ تو بتا
اے قرآن ہمیں بتا سرکار آقا کی زندگی کا خاکہ کیا ہے۔ حضور کی سیرت کہاں سے
شروع ہوتی ہے۔ اور کہاں ختم ہوتی ہے۔ حضور کا مقام آپ کا کس آغاز دوام سے ہوا اور
کہاں تک حضور پہنچیں گے۔ قرآن کہ ہم حضور کی حیات پاک کو اس مقام سے شروع
کرتا ہے۔ جو مقام مقام نہیں۔ کہاں سے شروع کرتا ہے۔ جب اس جہان ہستی کو وجود
بھی نہ ملا تھا۔ اب حضور کی سیرت کا تذکرہ وہ سوانح نگار کر رہا ہے۔ خدا کی ذات
حضور کی سوانح زندگی کا ذکر شروع کر رہی ہے۔ اور یہاں سے شروع کر رہی ہے دنیا کی
کوئی کتاب۔ اس مقام سے حضور ﷺ کی سیرت کا ذکر نہیں کرتی۔ جس مقام سے قرآن
حضور کی سیرت کی تعریف کرتا ہے۔ اور وہ کون سا مقام ہے۔ اس کائنات کو
اس کی عمرانی نسبت کو اس دنیا اور بشریت کو۔ اس دنیا کو وجود بھی نہ ملا تھا۔

اس وقت سے حضور کی سوانح زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔ آپ سمجھ رہے ہوں گے وہ کونسا مقام
ہے۔ تو قرآن حکیم آغاز کرتا ہے۔ حضور کے سوانح خاکے کے بیان کا۔ واذ اخذ اللہ
میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم۔ اس وقت
کی بات ہو رہی ہے جب یہ دنیا معرض وجود میں نہ آئی تھی۔ جب انسان نہ تھا۔ اس وقت
جنات کا وجود نہ تھا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ فرشتوں کو وجود نہ ملا تھا۔ اس لئے کہ وہ عالم
ارواح کی بات ہو رہی ہے اور عالم ارواح کی کوئی حد نہیں۔ کب سے عالم ارواح
شروع ہوا۔ اور کس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ اس کا ذکر قرآن میں کیا گیا۔ قرآن
تو صرف اتنی بات کرتا ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین اور اذ کا معنی جہاں کہیں
یہ وارد ہو۔ تو اس کا معنی کیا جاتا ہے۔ یاد کرو۔ وہ وقت اذ قال ربک
للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔ یاد کرو وہ وقت جب تیرے رب نے فرشتوں سے
کہا۔ اذ جہاں کہیں آئے۔ اس سے پہلے ایک محذوف ہوتا ہے۔ اور وہ کیا ہے واذکر
یاد کرو وہ گھڑی۔ وہ کیا واقعہ ہے۔ تو قرآن کا مخاطب کون ہے۔ کس پہ نازل
ہوا۔ رسول پاک پہ۔ یہ نازل ہوا۔ تو اللہ رب العزت جبرائیل امین کے ذریعے اپنے پاک
سے خطاب فرما رہے ہیں۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین اے پیارے حبیب آپ یاد کریں

رہ گزری ہے جیسے کائنات موجود نہ تھی۔ اور انبیاء کی روحوں کو خدا سے کہتا تھا۔ گر گویا
رسول پاک کو اس واقعہ کا یاد دلا کر دیکھنا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ میثاق انبیاء
کا واقعہ اسی طرح تھا۔ جیسا کہ آج آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

۳

Molana Muhammad
Abbas Nazami

abbas

14-3-02

روزہ قربِ الٰہی   ڈاکٹر محمد طاہر القادری

یا ایہا الذین آمنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین ـ لعلکم تتقون - پ ۲ بقرہ -

دوستان محترم - یہ رمضان المبارک کا پاک مہینہ ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنا مہینہ قرار دیا ہے لہٰذا اول تا آخر بے پناہ برکتیں اور سعادتوں سے مالا مال ہے . اور اس ماہ مبارک کی برکتوں کا ایک رنگ آپ لوں میں دیکھ سکتے ہیں - نماز جمعہ میں لوگ کا بڑی جوق در جوق کے ساتھ آنا - نمازیں پڑھنا پہلے سے زیادہ ہوتا ہے - یہ اللہ رب العزت کا کرم ہے - یہ دن پر اس ماہ مکرم کی خاص سعادتوں کی نسبت ہے - کہ لوگ جوق در جوق اس مبارک مہینے کی - حقیقی برکتوں کو پانے کیلئے اپنی دیگر مصروفیات ترک کرکے اللہ کی یاد میں پہلے سے زیادہ وقت نکالتے ہیں - کاش لوگوں کا یہ خیال یہ رمضان اسی مہینے کی برکت سے دائمی حیثیت اختیار کر جائے - حاضرین محترم آج کی گفتگو کا موضوع ہے - انشاء اللہ تعالیٰ روزہ اور قربِ الٰہی ہوگا

قرآن مجید کی اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے اے ایمان والو. تم پر روزہ فرض کیے گئے اسی طرح - جیسے تم سے پہلوں پر فرض کیے گئے تھے لعلکم تتقون تاکہ تم متقی بن سکو - پرہیزگار بن سکو - قرآن مجید میں بیان واضح دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ایک روزہ کی فرضیت اور اس مبارک ماہ میں روزے کی فرضیت کا یہ عالم فقط امت محمدیہ ہی سے مختص نہیں - بلکہ پہلی امتوں کو بھی اس ماہ مبارک کی سعادتوں سے بہرہ ور کیا گیا - گویا یہ وہ مہینہ ہے

اس رحمت برکت اور سعادت فقط اس امت کے دور میں اللہ رب العزت نے نازل نہیں فرمائیں۔
بلکہ جب سے ہزاروں سال [illegible] کائنات انسانی میں کا یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ تب سے ماہ رمضان کی برکتوں کا نظام قائم
ہے۔ پہلی امتیں اس ماہ رمضان کی برکتوں سے مالا مال ہوتی رہی ہیں۔ جس طرح امت محمدیہ ﷺ کو
یہ موقع مرحمت فرمایا ہے۔ اس لئے حضور ﷺ کی نسبت سے ان برکتوں میں اضافہ کر دیا ہے۔
(۱) روزہ کیا ہے۔ اور اس کا تعلق قرب الٰہی کے ساتھ کیا ہے۔ یہ ایک نقطہ ہے
جس کو ہم آج کی نشست میں سمجھنا چاہتے ہیں۔ عرف عام میں اصطلاح شرع میں۔ تو آپ
جانتے ہیں۔ کہ روزہ کہتے ہیں۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور دنیاوی تعلقات
رک جانے کو۔ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک انسان ان تین چیزوں سے اجتناب اپنے
آپ کو روک لے۔ تو یہ روکنا روزہ ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کھانے پینے سے رک جانا
جن کو اللہ تعالیٰ نے روزہ قرار دیا۔ یہ ان تین طبعی ضرورتوں سے باز رہنا۔ یہ روزہ کیوں
یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ جس پہ عرض کر رہا تھا۔ کہ کھانے پینے۔ انسانی ضرورتوں سے
باز رہنا۔ رک جانا اس کو روزہ کیوں قرار دیا گیا۔ اگر اس کی حقیقت اور راز کو پانے کی کوشش
کی جائے۔ تو انسان بڑی آسانی سے یہ جان سکتا ہے۔ کہ انسان کی پوری زندگی ضرورتوں
اور حاجتوں کا مجموعہ ہے۔ انسانی زندگی کے سارے اعمال و افعال۔ کسی نہ کسی غرض کے لئے

ہوتے ہیں۔ کسی نہ کسی مقصد کیلئے ہوتے ہیں۔ اور یہ مختلف اغراض مختلف ضروریات مختلف
حاجتیں۔ انہی کی تکمیل کیلئے انسان زندہ رہتا ہے۔ انسان سوتا ہے۔ تو وہ بھی آرام کی غرض
سے۔ اگر انسان پہنتا ہے۔ تو بھی جسم کو ڈھانپنے کی غرض سے۔ مکان تعمیر کرتا ہے تو بہتر رہائش کی
غرض کیلئے۔ تعلیم حاصل کرتا ہے۔ خود کو اچھے علم کے نور سے آراستہ کرنے کی غرض کیلئے۔ اور سفر حضر
میں انسانی زندگی کی ساری حرکات و سکنات۔ مختلف اغراض مقاصد مختلف مطالب حصول سے عبارت
اور کمال انسانی زندگی میں ان اغراض ان مقاصد اور ان ضروریات زندگی سے گریز کرنے میں انسان
جس قدر خود کو اغراض سے پاک کرتا جائے۔ اغراض کو کم کرتا چلا جائے۔ اپنی حاجات و ضروریات
کو جس قدر گھٹاتا چلا جائے۔ اسی قدر انسان اپنی کمال کی منزل کو پاتا چلا جاتا ہے۔ حاجات
ضروریات اور اغراض انسانی زندگی میں جتنی بڑھتی چلی جائے۔ یوں تو انسان اخلاقی روحانی اعتبار
سے زوال کا شکار ہوتا چلا جائے۔ اسی لئے انسان اغراض کے پھندے میں پھنس جاتا ہے۔ اغراض
حاجات اور ضروریات کے جال میں انسان اتنا پھنس جاتا ہے کہ وہ طائر لاہوتی کہ جس کی پرواز
اس عالم ناسوت سے بھی بلند ہے۔ اس عالم ملکوت سے بھی بلند ہے بلکہ عالم لاہوت کی پرواز
کہ جس طائر لاہوتی کے سامنے سوائے اللہ کے قرب کے اللہ کی رضا اور اس کے قرب کے اور کوئی
شے مطلوب نہیں ہوا کرتی ہے۔ جب وہ مقصد اوجھل ہوتا ہے۔ تو دیگر ضروریات حاجات مطالب

مقاصد انسانی فریقین کو اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ اور یوں اس کے زوال کا راستہ پیدا ہوتا ہے۔
اور کمال یہ ہے کہ اپنی حاجتوں کو کم کرتا چلا جائے۔ اپنی اغراض کو کم کرتا چلا جائے۔ اتنا کم کرتا
چلا جائے کہ نفس اس کا مستغنی ہوتا چلا جائے۔ یہ قاعدہ ہے کہ حاجتیں جتنی
زیادہ ہوں گی۔ نفس اتنا زیادہ اس کا محتاج ہو گا۔ حاجتوں خواہشوں غرضوں
اور تمناؤں جتنی کم ہوں گی نفس انسان کا اتنا مستغنی ہوتا چلا جائے گا۔ حاجتیں
انسان کے نفس کو محتاج کرتی ہیں۔ اور حاجتوں کا کم ہونا انسان کے نفس کو مستغنی
کرتا ہے۔ اور انسان کا کمال۔ اس کی حاجت مندی میں نہیں بلکہ اس کا مستغنی ہونا
میں ہے۔ دنیا کی طرف جھکنا میں نہیں بلکہ دنیا سے بے نیاز ہونے میں ہے۔ تو انسان اگر
چاہے تو اپنی ضرورتوں کو کم کر سکتا ہے۔ اگر رہائش محل میں۔ اگر محل میں اسے موقع نہ ملے اور
اسے جھونپڑے یا مکان میں اسے رہنے کیلئے دے دیا جائے۔ تو اس میں بھی اس کی زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ
2 جھونپڑی میں اسے رہنے کا موقع دے دیا جائے۔ تو اس کی رہائش کی ضرورت پھر بھی پوری ہو سکتی ہے۔ میرا مقصد
کہنے کا یہ ہے کہ رہائش کی ایک بھی ضرورت کو اسے وہاں سے اٹھا کر بہت نیچے تک لایا جا سکتا ہے
پہننے کی اگر قیمتی پہننے کو نہ ملے۔ اور کم قیمت کپڑا اسے وہ پہن لے تو بھی گزر ہو جائے گا اگر
اگر ایسے گدڑی مل جائے تو انسان اس ضرورت سے بھی اپنے آپ کو گھٹا نہیں سکتا ہے

اگر انسان کو آسائش اور آرائش یعنی دیگر سہولیات زندگی کا میسر نہ ہوں۔ ان حالات سے
بھی انسان گزر کر سکتا ہے۔ اور خود کی ان ضروریات کو کم کرتا کرتا انسانی نچلی سطح پر لا سکتا ہے
الغرض آپ زندگی کی ساری حاجتوں پر نظر دوڑائیں۔ زندگی کی ساری ضروریات پر نگاہ ڈالیں۔
آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ یہ ساری حاجتیں۔ یہ ساری ضروریات اس طرح کی ہیں کہ ان کو کم کیا جا
سکتا ہے۔ ان میں سے کسی کو چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔ الغرض یہ کسی نہ کسی حال میں۔ اور کسی
نہ کسی سطح میں ترک کی جا سکتی ہیں۔ لیکن وہ دو حاجتیں کہ ساری حاجتوں کو چھوڑ کر بھی انسان
ان دو حاجتوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان دو حاجتوں کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر وہ دو حاجتیں
چھوڑ دے۔ تو پھر اس کی زندگی ہی باقی نہ رہے۔ تو وہ آخری دو حاجتیں۔ جن پر انسان کی زندگی
کا انحصار ہے۔ اور ساری حاجتیں چھوڑ کر بھی۔ ساری ضروریات چھوڑ کر بھی۔ ساری خواہشات ترک
کر کے بھی جن دو حاجتوں کو انسان ترک نہیں کر سکتا۔ وہ کیا ہیں۔ وہ ایک کھانا اور پینا ہے۔ یہ دو
حاجتیں ہیں۔ باقی ساری حاجتیں۔ ان دو حاجتوں کے مقابلے میں۔ انسانی زندگی میں اضافی حیثیت
رکھتی ہیں۔ انہیں چھوڑا جا سکتا ہے۔ ان کی سطح کو کم کیا جا سکتا ہے۔ ان کی وسعت کو سمیٹا
جا سکتا ہے۔ انہیں ترک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ دو حاجتیں کسی سطح تک انسان ان کو ترک نہیں
کر سکتا۔ اس لیے اس کا جینا ان دو حاجتوں پر منحصر ہے۔ اگر کھانا چھوڑ دے تو وہ زندہ نہ رہے۔ پینا چھوڑ دے

دے تو زندہ نہ رہے۔ انسان کی زندگی منحصر ہے خوراک کے چند لقموں پر۔ اور پانی کے ان چند گھونٹوں تک اگر خوراک کے چند لقمے اسے نہ ملیں۔ پانی کے چند گھونٹ اسے نہ دیں۔ تو پھر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ گویا یہ طے پایا کہ سب کچھ چھوڑ کر۔ انسان زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن یہ دو چیزیں چھوڑ کر۔ انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ گویا یہ وہ دو حاجتیں۔ انسان کی پوری زندگی۔ حتی انسان کی پوری کی شخصیت اور وجود کی بقا ان دو حاجتوں پر منحصر ہے۔ اور پاک تو اپنا بندے۔ وہ ساری چیزیں تو چھوڑ دیتا ہے۔ ترک کرتا ہے۔ ان سے مستغنی ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن یہ دو حاجتیں جن پہ اس کی زندگی کا انحصار رہتا۔ تو انہیں کلیتہً ترک نہیں کر سکتا۔ لیکن ایک صوفی درویش لینے میں چاہتا ہوں۔ اگر میرے قرب کی لذت سے آشنا ہونا چاہتا ہے۔ تو صوفی درویش ہے ان دو حاجتوں کو بھی چھوڑ دے۔ ان دو ضرورتوں کو بھی چھوڑ دے۔ اپنی زندگی کو صرف کھانے پہ منحصر نہ کر۔ اپنی زندگی کو صرف پینے پہ منحصر نہ کر۔ اگر تیری زندگی کچھ کچھ وقت کھانے سے بھی بے نیاز ہونے لگے۔ اور پینے سے بھی بے نیاز ہونے لگے۔ تو تیری جان کھانے پینے سے بے نیاز ہونے لگے گی تو مجھے میری عزت کی قسم۔ تو تجھے میرا قرب نصیب ہونے لگے گا۔

اس لیے کہ یہ دو ساری حاجتیں۔ وہ تیرے جسم کی ضرورتیں ہیں۔ کھانا پینا یہ ساری تیری حاجتیں تیرے جسم کی ضرورت۔ اور روح کی حاجت تیرے رب کی ضرورت ہے۔

اگر بشر اجسم ان ساری حاجتوں کو چھوڑ کر زندہ رہ سکتا ہے یہ دو حاجتیں بھی تو چھوڑ سکتا ہے۔
اس لئے ان دو حاجتوں کو چھوڑنے سے جو میرے قرب کی سچی لذت ملے گی۔ وہ روح کی غذا ہوگی
اگر روح زندہ ہے۔ تو بشر اجسم کو بھی سنبھال لے گا۔ اور وہ بے زندہ رہا۔ روح مردہ نہیں
بشر اجسم کی زندگی روح کو زندہ نہیں کر سکتی۔ لیکن اگر روح کو زندگی ملے گی تو جسم کو زندہ کر سکتی ہے
بلکہ اگر تو مر جائے تو روح زندہ ہے۔ تو قیامت تک قبر میں بشر اجسم کو زندہ رکھ سکتا ہے۔
روح کی زندگی وہ زندگی ہے۔ کہ وہ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ قبر سے پہلے بعد قبر کے بعد
بھی دونوں حالتوں میں جسم کو زندہ رکھ سکتی ہے۔ لیکن جسم کی زندگی میں روح کی زندگی
کی ضمانت نہیں۔ تو روزہ کیا ہے۔ روزے کی حیثیت یہ ہے۔ کہ انسان کو ساری حاجتوں سے
چھڑا کر کھانے پینے کی ساری حاجتوں سے بے نیاز کرنے کا سلیقہ سکھایا جائے۔
مستغنی ہونے کا طریقہ سکھایا جائے۔ اور اس راز کو انسان کی آنکھوں پہ منکشف کر دیا
جائے۔ کہ بندہ اگر کھانے پینے کی جو آدمی کی حاجت ہے جو کسی حد تک مشروب نہیں کیا جا سکتا۔
کوئی حاجت کو بھی کم سے کم کرتا چلا جائے۔ یہاں تک کہ دو لقمے صبح فجر کے وقت کھانے
اور دو لقمے مغرب آنے پر کے وقت کھائے۔ سارا دن بیت جائے اور میری خاطر کھانے کو بھی
چھوڑ دے۔ میری خاطر پینا بھی چھوڑ دے۔ تو ایک خزانہ آرام کا ہو سکتا کہ رات

آرام کرتے ہیں۔ دن کو کھانے پینے کیلئے تھا۔ جب دن آیا تو میری خاطر کھانا پینا بھی چھوڑ دیا۔
رات آئی تو کھڑا ہو گیا میری نماز پڑھنے کیلئے۔ تیری زبان قرآن پڑھتی رہی۔ تیرے کان میرا کلام
سنتے رہے۔ جب تک تو رات کو میری بارگاہ میں کھڑا رہا۔ رات کو میری بارگاہ میں مسلسل کھڑا
رہا۔ دن کو میری خاطر کھانا پینا ترک کر دیا۔ رات کو تو میری خاطر سونا ترک کر دیا۔
اے بندے اگر تو نے میری خاطر سب کچھ ترک کر دیا۔ تو میری عزت کی قسم میں ~~[illegible]~~ تیرے
قریب آ جاتا ہوں۔ روزہ بندہ کو ان سب دنیاوی حاجتوں سے مستغنی کر دیتا ہے۔ اللہ کے اتنے قریب
لے جاتا ہے۔ کہ انسان اس قرب کا عام حالات میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس لیے اللہ پاک
فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب بندہ روزہ رکھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے سب دار
بندوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں۔ کہ لوگو دیکھو تو سہی یہ تم کھانے کے بغیر
رہنے کا تصور نہ کر سکو۔ دیکھو میرے بندے نے میری خاطر کھانا چھوڑ دیا۔ تم پینے کے بغیر زندہ رہنے
کا تصور نہ کر سکے۔ اس میرے بندے نے میری خاطر پینا بھی چھوڑ دیا ہے۔ کہ انسانی خواہشات نفسانی
کے تقاضے ہیں کیا کیا ہوتے ہیں۔ اس میرے بندے نے میری خاطر شہوت بھی چھوڑ دی۔ وقت
کی خواہشات کو بھی چھوڑ دیا۔ جسم کی ضروریات کو بھی چھوڑ دیا۔ تو سنو جس طرح اس نے
میری خاطر سب کچھ چھوڑ دیا۔ تو میری طرف اس روزہ کا تعلق۔ اس لئے الصوم لی کا

کا ذکر جاتا میرے لیے تھا۔ وانا اجزی بہ اور اس کو جزا دینا میرا کام ہے۔ اس نے سب کچھ میرے لئے چھوڑا ہے اور میں بے نیاز ہو کر اسے جزا عطا کروں گا۔ کوئی عمل اس جزا کا تصور نہیں کر سکتا۔ اور ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر نیک کام اللہ کے نیک بندوں کا انہیں کے لئے ہوتا ہے سوائے روزہ کے۔ جب بندہ روزہ رکھتا ہے تو فقط میرے لئے اور میں بھی اس کی جزا عطا کرتا ہوں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ فرماتا ہے کہ ابن آدم کے ہر عمل کو بڑھاتا چلا جاتا ہوں۔ حتیٰ کہ دس گنا دیتا ہوں بسا اوقات گنا دیتا ہوں۔ اور بندوں کی جزا بڑھا بڑھا کر سات سو گنا تک دیتا ہوں۔ ابن آدم کی جزا کا عمل سات سو درجات تک جا کر رک جاتا ہے۔ تو میں جزا کی دنیا میں اس سے اوپر ہوا رشی کر سکتا۔ لیکن روزہ سے میں جزا ان کو چھوڑ کر اوپر چلا جاتا ہے۔ روزہ سیدھا میری بارگاہ میں آتا ہے۔ جب وہ میری بارگاہ میں پہنچتا ہے۔ تو میں جانتا ہوں۔ دوسری تمام جزائیں دوسرے تمام اعمال کے لئے ہیں۔ اور میری رضا اور قرب صرف اور صرف روزہ دار کے لئے ہے

ایک حدیث پاک میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا۔ قیامت کا دن ہوگا۔ جنت کا ایک دروازہ ہوگا روزہ دار باب الریان لکھا گیا ہوگا۔ ریان سے مراد ہے باب الریان۔ خوش نصیب لوگ جنت اندر

سے گزر کر جنت میں جا رہے ہونگے لیکن ہر آدمی کی نگاہ اس دروازے باب الریان پر پڑے گی
تو کہیں گے - یہ دروازہ ہم کو کس نے گزرنے کے لئے ہوگا۔ کسی کو تو گزرنے کی اجازت دی جائے گی۔
یہ کون گزرنا چاہے گا۔ ہر کوئی اس سے نکلنا چاہے گا۔ اللہ تعالیٰ آواز دیں گے صائمین جو میری
خاطر روزہ رکھنے والے کہاں ہیں۔ میری خاطر کھانا پینا۔ خواہش نفس اور سب کچھ چھوڑ دینے
والے کہاں ہیں۔ اس وقت روزے دار اٹھ کھڑے ہونگے۔ عرض کریں گے باری تعالیٰ۔ ہم نے گرمی کا کال
دن کو روزہ رکھا حرارت کو بھی تیری خاطر [illegible] کیا۔ فرمایا جائے گا۔ روزے دار تم
سب رمضان کے سب روزے دار اس باب الریان سے داخل ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ خود ان کو گزرتا دیکھتے رہیں گے
جب سارے روزے دار اس باب الریان دروازے سے گزر جائیں گے۔ پھر دروازہ بند کر دیا جائے گا
معلوم ہوا روزے دار کے سوا۔ اس دروازے سے گزر نہیں سکتا۔ یہ اللہ کے قرب کا دروازہ ہے
اللہ کے کرم اور قرب کا عنوان ہے۔ یہ قرب اس روزے سے کس طرح نصیب ہوتا ہے
یہ نقطہ سمجھنے کے قابل ہے۔ کہ قرب الٰہی کس طرح نصیب ہوتا ہے۔ اگر ہم اس کی تاریخ ہم
تحریر کریں۔ تو ہمیں ایک بات ہر دور میں بڑی مستند نظر آتی ہے۔ اور وہ کیا ہے

(2) رمضان اور قرآن کا تعلق - رمضان اور قرآن کا باہمی تعلق ہے۔ قرآن میں ہے شھر رمضان
الذی انزل فیہ القرآن۔ یہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے۔ کہ جس میں قرآن کو نازل کیا گیا۔

Scanned with CamScanner

اب یہ بات قابل غور ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ یہ ماہ رمضان میں نازل
ہوا۔ ذرا اور پیچھے چلے جائیں پہلے کے زمانے میں جائیں۔ اللہ کا کلام تورات کی صورت میں بھی اترا۔
زبور کی صورت میں بھی اترا۔ انجیل کی صورت میں بھی اترا۔ انبیاء علیہ السلام پر صحائف بھی اترے۔
اگر ان کے نزول کے دن کا جائزہ لیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ سب ہی کتابیں اللہ کے کلام کی اسی
ماہ رمضان میں اتری ہیں۔ یعنی اللہ کے کلام اپنے نزول کا ماہ رمضان کے ساتھ خاص تعلق رکھتا ہے
ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے یکم یا تین رمضان کو نازل ہوئے۔ حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور
کم و بیش رمضان المبارک کی 12 یا تیرہ تاریخ کو نازل ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی تورات بھی اسی
ماہ رمضان میں نازل ہوئی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل کم و بیش 18 ماہ رمضان میں نازل ہوئی
اللہ کا سارا کلام۔ اللہ کے برگزیدہ نبیوں پر ماہ رمضان میں اترا ہے۔ اور آخری فرمان
اللہ کا قرآن اسی ماہ رمضان میں اترا۔ اور پھر اللہ نے اپنے قرآن کو راتوں میں پڑھنے کا حکم دیا۔
دن کو کہا روزہ رکھو۔ رات کو کہا کہ میرا کلام پڑھو۔ اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے۔ دن کو
کہا کہ روزہ رکھو۔ رات کو میرا کلام زبان پر لاؤ۔ یاد رکھو۔ روزہ رکھنا بھی۔ نہ کھانا نہ پینا اعتبار
سے اللہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنے کا مشورہ دینا ہے۔ فرمایا گیا کہ روزے دار جب روزے کا
رکھتا ہے۔ تو روزہ رکھ کر اللہ کا صفاتی قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کی صفات

کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ کی شان نہیں ہے کہ وہ کھاتا پیتا ہے۔ بلکہ کھلاتا ہے۔ اللہ پاک کھانے سے پاک۔ لیکن ہر حاجت مند کو کھلاتا ہے۔ اس کی شان یہ ہے۔ خود نہیں کھاتا۔ لیکن کھانے کے حاجت مندوں کو کھلاتا ہے۔

حضرت عبد القادر جیلانی نے اللہ سے پوچھا۔ کہ باری تعالیٰ۔ تو کہاں رہتا ہے۔ تیرا مکان کیا ہے۔ اللہ نے الہام کیا۔ فرمایا۔ میرا بندہ عبد القادر میں سارے گھروں کا مالک ہوں لیکن خود بے گھر لامکان ہوں۔ میں مکانوں کو پیدا کرنے والا لیکن جہاں خود رہتا ہوں وہ لامکان ہے۔ خود مکان نہیں کرتا ہوں۔ لیکن خود رہتا کسی مکان میں نہیں۔ تو اللہ پاک کھانا مہیا کرتا ہے۔ کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ روزے دار خوش نصیب ہے۔ کہ روزہ رکھ کر مجھے اللہ کا ذاتی شرف عطا کیا جا رہا ہے۔ کہ تو سارا دن کھاتا رہتا تھا۔ کھانے سے تم نے گریز کیا۔ بچوں کو کھلاتا رہا مزدوروں کو کھلاتا رہا۔ حاجت مندوں کو کھلاتا رہا۔ مسافروں کو کھلاتا رہا۔ تو روزے دار خود نہیں کھاتا۔ کھلاتا ہے۔ ~~بندہ~~ اللہ خود نہیں کھاتا خود کھلاتا ہے۔ بندہ اللہ کے قریب نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے اخلاق کا رنگ اپنی صورت میں پیدا کر سکتا ہے۔ اس کی صفات کا رنگ اپنے کردار میں پیدا کر سکتا ہے۔ فرمایا گیا۔ اللہ کے اخلاق کے رنگ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ رب ہے پالتا ہے۔ تم بھی بھوکوں کو پالنے والے بن جاؤ۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ وہ اپنے بندوں پر حلیم و کریم

ہے۔ تم بھی حلم یا کرم کرنے والے بن جانا۔ وہ غفور رحیم ہے گناہگاروں کو معاف کرتا ہے۔ تم بھی دوسروں
کو معاف کرنے والے بن جاؤ۔ وہ جبار ہے۔ مانگنے والوں کو عطا کرتا ہے۔ تم سائلوں کی جھولیاں
بھرنے والے بن جاؤ۔ اسی طرح اس کی وہ صفتیں وہ کمال جو اس کی شان کے لائق ہیں جن اخلاق
سے اللہ کی ذات وابستہ ہے۔ تم اپنے اخلاق کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ وہ صفات
اپنے اندر اپنے کردار میں پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ جوں جوں اس کی صفات کا رنگ تمہارے اندر اترتا
چلا جائے گا۔ اخلاق الٰہیہ تمہارے کردار میں پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ تو تم اللہ کے رنگ میں رنگتے
چلے جاؤ گے۔ جب صبغۃ اللہ (کے رنگ) چڑھے گا۔ تو بندہ اللہ کے رنگ میں رنگا جائے گا۔ انسان جیسے جیسے اللہ کی صفات میں رنگتا
چلا جاتا ہے۔ بندہ اللہ کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ قرب کی منزلیں طے کرتا چلا جاتا ہے۔
یہاں تک کہ بندہ جب اتنا قریب ہو جاتا ہے۔ آخری مقام جو دیدار الٰہی حق کا ہے ~~آواز آتی ہے~~
جب آخری منزل سامنے ہوتا ہے تو آواز آتی ہے بندے میرے اتنا قریب آجا کہ میں تیرا قریب ہو جاؤں
تو دیکھے کہ میں تیری آنکھ بن جاؤں۔ تو دیکھنے والا بن جا۔ پھر میری قدرت تیری آنکھوں کے سامنے
منکشف ہو جائے۔

حدیث پاک میں ہے۔ کہ اللہ رب العزت جنت میں جنتیوں سے پوچھیں گے بتاؤ
جنتیو! جنت میں تمہیں کسی چیز کی کمی تو نہیں۔ سب کچھ مل گیا یا نہیں۔ ملا۔ یہ جنتی

خوش ہو کے زبان سے شکر کے ساتھ جواب دے گا۔ باری تعالیٰ بڑا اکرم ہے۔ تیری یہ نعمت یہاں
میسر ہے۔ یہ نعمت یہ یہاں کوئی کمی نہیں۔ جنت میں یہ شخص جواب دے گا باری تعالیٰ یہاں سب
کچھ میسر ہے۔ لیکن ایک طرف سے لوگ خاموش کھڑے ہوں گے۔ باری تعالیٰ فرمائیں گے میرے بندو۔
باقی سب جنتی خوش خوش۔ اور جواب دے رہے ہیں سب کچھ میسر ہے۔ تم کیوں خاموش کھڑے ہو۔
بتاؤ تو سہی۔ یہاں کسی چیز کی کمی محسوس ہوئی، وہ جواب دیں گے باری تعالیٰ ہم شہید
ہیں۔ ہم تیری خاطر جان قربان کر کے یہاں آنے والے۔ تیری جنت میں باقی سب کچھ ہے۔ لیکن
ایک لذت تیری جنت میں نہیں پائی۔ حوروں کو دیکھتے ہیں۔ لیکن ان میں وہ ایک لذت نہیں آئی۔
تیرے محلوں کو دیکھتے ہیں۔ تو لذت نظر نہیں آئی۔ جنت کی نہروں میں لذت نظر نہیں آئی۔ لہلہاتے
درخت باغ ہیں۔ لیکن ان میں وہ لذت نظر نہیں آئی۔ ہر طرف جو ایسی چیز ایسی ہر طرف باغات
ہیں۔ جو کچھ دنیا میں نہ تھا سب کچھ اس جنت میں پایا۔ لیکن جو مل جاتے ہیں ایک لذت کو
نہیں پا رہے۔ پوچھا جائے گا بتاؤ تو سہی وہ لذت کیا ہے۔ وہ جواب دیں گے تیرا اے اللہ
وہ تیرے دیدار کی لذت ہے۔ جب میدان جنگ میں تلوار چلی گردن کٹی، گھوڑے سے نیچے اس
وقت تو نے پردہ اٹھا دیا۔ حجاب اٹھا تھا۔ اور تیرے دیدار کی لذت سے خوش ہو گئے۔ اور یہاں ہم تو
جنت کا چکر لگا رہے۔ لیکن یہاں وہ دیدار کی لذت یہاں نظر نہیں آ رہی۔ جواب آئے گا، تو پھر

کیا چاہتے ہو۔ جواب آئے گا باری تعالیٰ ہم دوبارہ لذت پا چکے ہیں ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا
جائے پھر مقدر کر شہادت کی موت۔ پھر تلوار چلے گردن پر تو تیرے دیدار کی لذت سے شناسا ہوں
بار بار جیتے رہیں اور شہادت کی موت مرتے رہیں یہ عمل ہمیں تیری جنت سے زیادہ محبوب
ہے۔ کیونکہ دیدار الٰہی کی لذت کی کمی جنت میں بھی محسوس کرتے ہونگے۔ اور یہ ایسا
دار خوشی ہے۔ لیکن جنت میں ہر لمحہ دیدار کی لذت عطا کی جائے گی۔

حدیث پاک میں ہے اللہ تعالیٰ کا روزہ دارو! خوش نصیب ہو خوش ہو جاؤ۔ تمہارے
لیے دو خوشیاں ہیں۔ تمہارے لیے دو جنتیں ہیں۔ تمہارے لیے دو بخششیں ہیں۔ ایک خوشی تو جب
افطار کا وقت قریب آتا ہے اس وقت یہ عرض کرتا ہے۔ کہ یا اللہ ہم نے تیرے
لیے کھانا پینا چھوڑا تیرے لیے افطار کیا۔ تیری خاطر روزہ رکھا۔ تیرے لیے روزہ افطار کر رہے ہیں۔ روزہ دار
نے جب کھانا تو پہلے بھی کھاتا تھا۔ پانی تو پہلے بھی پیتے تھے۔ کھانا کھانے کا مزہ جو
اب آ رہا ہے پہلے کبھی نہیں آیا۔ اس وقت جس لذت محسوس ہو رہی ہے ایک لذت تو دنیا میں ہم
محسوس کرتے ہیں۔ لیکن ایک لذت وہ ہے۔ جس کا ابھی راحت سے آشنا نہیں ہے۔ تمہارا عقل
آشنا نہیں ہیں۔ ابھی اس سے تمہاری روح آشنا ہے۔ اگر دیدار میسر ہو جائے۔ اگر
رب دیدار الٰہی سے سرشار ہو جائے۔ جب تو اس کی لذت کیا ہے جب روزہ دار اکا دنیا سے

کوچ کرے گا اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔ ہر کوئی شرمسار ہو جائے گا لیکن بندہ دار سے پردہ
اٹھا دیا جائے گا اللہ کے دیدار کی لذت سے بندہ دار سرشار ہوگا۔ ہر کوئی دور رہا ہوگا۔
بندہ دار ہجوم سے ہو کر اللہ کا دیدار کر رہا ہوگا۔ یہ وہی لذت ہے جو وہیں جا کر ملے گی
تو یہ لذت اس ایک لذت کا نمونہ ہے۔ افطاری کی لذت لقاء کی لذت کا ایک نمونہ ہے۔
اور یہ پیمانہ ہے جو بندے دار کو نصیب ہوتی ہے۔ جب قرب کی ساعتیں آتی ہیں
خوشحالی کی گھڑیاں آتی ہیں دنیا ختم ہو جاتی ہے تب جب انسان اپنا سفر محبوب کے لئے طے کرتا
ہے۔ جب اسے ندا آتی ہے محبت کرنے والے جو سجدہ میں سر رکھے ہوں۔ آہستہ آہستہ
ہجر قریب ہو جاتا ہے۔ یہ لطف بندہ کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔
~~یہ بات~~ بندہ اس مقام تک پہنچتا کس طرح ہے۔ سنت کی تاریخ بتاتی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو۔ میں کہتا ہوں انسان کا کمال اللہ کا قرب ہے اور
اس کمال کی آخری منزل یہ اللہ کا نبی ہوگا۔ اس کے آگے انسانی کمال کا کوئی تصور ممکن
ہی نہیں۔ انسانی کمال کے آگے حرکت نہیں ہو سکتا۔ نبوت کا کمال یہ انسانی کمال
جا کر سب ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے نبی اس کے کمال کا بھی کوئی آخری نقطہ ہوگا۔ اور اسی
طرح پیغمبر نبوت کا کمال اسے پیغمبر نبوت تک بھی کمال کمال کا کوئی آخری نقطہ ہوگا۔ جب پیغمبر نبوت

کے آخری نقطے کا یہ وہ جب انسان ہے تو اللہ اپنے بندے سے ہم کلام ہوتا ہے۔ جب وہ حصول وصل کی گھڑی
آتی ہے۔ اور اللہ اپنے بندے سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کے دل میں اپنا کلام نازل کرتا ہے۔ اور اپنے
بندے سے کلام کرتا ہے گفتگو کرتا ہے۔ جب اللہ اپنے بندے سے کلام کرتا ہے تو یہ پیغمبری نبوت کا
آخری کمال ہو گا۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ یہ نبوت کی زندگی ہیں۔ آخری کمال کی گھڑی کا آغاز کب
ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو۔ ان کی زندگی گزر رہی۔ ایک وقت تھا انتظار میں
بیتا جا رہا۔ انتظار کی گھڑی ختم ہو گئیں۔ اب آپ موسیٰ کا صحیح نبوت کے منصب پر فائض
کرنے کی تکمیل کا وقت آ گیا ہے۔ اب وقت ہے وصیت کہ تیرا انتظار پختہ ہو چکا ہے۔ اب
پردے اٹھا لیے جائیں۔ اور تیرے دل پہ کلام نازل ہو۔ اور پردے اٹھیں۔ اور تو اپنے اللہ سے مخاطب
ہو۔ وہ گھڑی آ گئی۔ بلاوا حضرت کا اس طور پہ آ جا۔ موسیٰ علیہ السلام کو بلاوا آ گیا اعلان کیا باری تعالیٰ نے۔ اب مجھ
سے کلام کرنے کا سلیقہ آ گیا ہے۔ تو اب میرے کلام کی لذتوں سے آشنا ہونے کا سلیقہ آ گیا ہے
و بابا موسیٰ علیہ السلام اپنی بات ختم کر چکا۔ اب میرے کلام کی لذت سے آشنا ہوتا ہے۔ تو روزے رکھ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو روزے رکھوائے گئے چالیس دن روزے رکھوائے۔ جب چالیس دن کے
روزے پورے ہو گئے۔ تب اللہ تعالیٰ کی ہمکلامی ہوا۔ اور موسیٰ کا اللہ سے کلام جاری ہو گیا
یہ پیغمبر نبوت کا آخری کمال تھا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آیا۔ جب اللہ سے ہمکلام ہونے کا وقت

قریب آیا۔ فرمایا (مسلم)۔ روزے رکھو۔ حضرت عیسیٰ نے چالیس روزے رکھے۔ چالیس روزوں کے بعد۔ اپنے نفس کو بلند کر کے اس مقام تک لے گئے۔ کہ اس میں اللہ کے کلام کو سننے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ اللہ کے کلام اور گفتگو کو اپنے اندر سمو لینے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ جب مکمل طور سے اس لائق ہو گئے۔ کہ اللہ کے کلام کو اپنے اندر جذب کر سکے۔ تو پردہ اٹھا دیا گیا اور کلام کا آغاز ہو گیا۔ لیکن یہ سب بلندی روزے کے بعد نصیب ہوگی۔

آقا دو جہاں کا وقت آیا۔ چالیس برس بیتے۔ وقتاً فوقتاً یہ آقا روزوں کے عمل سے گزرتے رہے۔ (بخاری) حضرت عائشہ رضی سے پوچھو۔ کتب احادیث کی تفصیل معلوم کرو۔ آقا دو جہاں نے بھی چالیس سال گزارے اس عالم لاہوت سے آکر اپنے محبوب کی جلوہ گری کا منتظر لذت سے آشنا ہوئے عرصہ بیت گیا تھا۔ انتظار کی شدت میں تڑپ رہے تھے۔ دن رات کا گزرنا بھی چاہ رہے تھے۔ یہاں تک چالیسواں سال ہوا آقا کی زندگی کا شروع ہو گیا۔ جب چالیسویں سال میں داخل ہو گئے۔ تو حضور کو شہر کی رونقوں سے نفرت ہونے لگی۔ یہ محبوب سے ملاقات کا وقت قریب آ رہا ہے۔ رات کی سیاہیوں سے محبت ہونے لگی۔ دن کی جلوتوں سے نفرت ہونے لگی۔ رات کی خلوتوں سے محبت ہونے لگی۔ کبھی ستو لے کے کبھی جو لے کے۔ پانچ پانچ سات سات دن کے لئے گھر بار چھوڑ کر غار میں چلے جاتے۔ کبھی دسویں دن واپس آتے۔ کبھی ساتویں دن واپس آتے۔

Scanned with CamScanner

طبیعت خلوتوں سے مصروف ہونے لگی۔ تنہائی سے مانوس ہونے لگی۔ سارا دن نہ کھاتے
چند لقمے کھا کر سنت ادا کر لیتے۔ کثرت ان دنوں میں یہ حضور ذکر میں کرتے مراقبہ کیا
اور روزہ رہیں۔ اس طرح سنت کر کے۔ المشکاۃ کی سنت ہے غار میں جب بیٹھا کیا۔ وقت گزرتا گیا
پھر حضور کو خواب آنے لگے۔ اللہ کی جانب خواب کے ذریعے اپنی محبت کے پیغام دینے لگی، جو کچھ رات کو
دیکھتے، دن شروع ہوتے ہی ظاہر ہو جاتا۔ جب پورے ۴۰ کے ہوگئے۔ اور اپنے کلام سے بہرہ ور
کرنے کا وقت آیا۔ آقا دو جہاں کو پھر غار حرا میں بلا لیا۔ وہ تو محبوب۔ اب محبوب کو
پڑھانے کا وقت ہے۔ حضور غار حرا میں چلے گئے۔ ایک مہینے معتکف رہے۔ سارا مہینہ روزہ رکھتے رہے۔
صبح سے شام تک اتنا کھاتے جو صرف سحر کرتے۔ یاد کی محبت میں گزرتے رہتے اللہ کے ذکر میں مشغول
رہتے ۲۰ دن روزے اور خلوتیں پوری ہونے لگے۔ پیر کا دن تھا۔ رمضان المبارک کی گیارہ رات
جبرائیل آئے اقرا باسم الذی خلق۔ خلق الانسان من علق۔ رات جو جاگنے والا۔ دن کو
کھانا پینا ترک کرنے والا اب آگیا۔ مجھ سے ہمکلام ہونے کا وقت ہے۔ میرا کیا مان اب
گفتگو شروع کر دے۔ اللہ کے کلام کا آغاز اور نزول شروع ہوگیا تو وحی کا آغاز
۴۰ دنوں کا روزہ کے بعد ہوا۔ ۴۰ راتوں کی خلوت کے بعد ہوا۔ جب آقا دو جہاں
وحی کے آغاز کیلئے، روزوں کے مرحلے سے گزر کر قرب الہی پہ پہنچے، خلوت کے مرحلوں سے گزر کر،

قرب الہی کو پہنچے۔ فرمایا محبوب۔ اب میری مخلوق کو میرا فرمان جا کے پہنچا دے۔ جو کوئی میرا قریب
ہونا چاہتا ہے تو میرے محبوب کے نقش قدم پہ چلے۔ فرمان ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی۔
محبوب فرماتے جس طرح میں اللہ کے قریب گیا جو دن کھانا پینے سے رکا رہا۔ اور جس اللہ کے
قریب گیا وہ خواہش خلوت میں بسر کرتا رہا ہوں۔ بس اب اگر کوئی اللہ کے اسی قرب کو حاصل
کرنا چاہے۔ تو اور کوئی راستہ نہیں ہے سوائے میری اتباع کے۔ میری پیروی کے۔ میری پیروی
کرو۔ اور اللہ کے محبوب بن جاؤ۔ اس امت کو اپنا قرب دکھا کر یہ نسخہ عطا کر دیا۔ فرمایا لوگو۔
دن کو میرے صحابہ کی پیروی کرو گے۔ رات کو میرے صحابہ کی پیروی میں اعتکاف کرو گے۔
قیام کرو گے۔ جاگو۔ اللہ کو یاد کرو۔ تو جو لوگ دن کو روزہ رکھ کر رات کو قیام
کیلئے کھڑے ہوتے ہیں۔ جن کا بدن روزے سے مصفا ہوتا ہے۔ نفس تابع ہو جاتا
ہے۔ یہ بدن گناہوں کی میل کچیل سے مصفا ہو جاتا ہے۔ روح لطیف ہو کر جب اپنے کمال
کو پہنچتی ہے۔ تو رات کو بندہ اللہ کا کلام پڑھتا ہے سنتا ہے تو روح اس قابل ہو جاتی ہے
کہ بغیر اللہ کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ اللہ کا کلام دل میں اترتا چلا جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ غار حرا کی یاد کو قائم رکھے گئے۔ اللہ محمد کو سید عطا فرما دیا۔ غار حرا کی
یادیں۔ اللہ کے قریب گئے ایک روزہ رکھنا، اعتکاف میں اللہ کو کھانا، پورے دس

نہ کھانے پینے سے بیچارگی اور بندے کی یاد تازہ کر دی۔ آخری دس دن کی خلوت جیسے نبی کی غار حرا کی یاد تازہ کر دی۔ کیونکہ جو ایک مہینہ روزہ رکھتا ہے۔ اور دس دن اللہ کے دربار میں خلوت میں بسر کرتا ہے۔ وہ آقا دو جہان کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ اور غار حرا کی لذتوں میں حصہ پاتا ہے۔ اور اپنے اسی نسبت کی وجہ سے روزہ جو دن رکھتا ہے اور آخری دس رات قیام کرتا ہے حقیقت میں تو اللہ آقا اس کو اپنے محبوب کے طفیل توسل اکمل سے اپنا قرب عطا کرتا ہے۔ یہ کہ حضور کی پیروی ہے۔ اور جس شخص کو روزے کی حالت میں اللہ کا قرب عطا ہوتا ہے۔ وہ صرف حقیقت روزہ کو پالیتا ہے۔

اس لیے روزہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے چار چیزوں پر مشتمل ہے۔ کسی کے لیے یہ روزہ بھوک اور پیاس کے علاوہ اس کے سوا کچھ نہیں۔ کسی کے لیے یہ روزہ پرہیزگاری ہے۔ کسی کے لیے یہ روزہ مشاہدہ۔ کسی کے لیے یہ روزہ مجاہدہ۔ یعنی قرب کی لذت حتیٰ کہ مشاہدہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار ایسے روزہ رکھتے ہیں لیکن انہیں بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ یہ بیچارا بندہ ہے۔ یہ صبح سے شام تک کچھ کھاتے پیتے تو نہیں۔ لیکن روزے کو سمجھتے نہیں۔ صرف کھانے پینے سے منہ بند کر دیتے۔ لیکن جھوٹ بھی چلتا ہے غیبت بھی چلتی ہے۔ بددیانتی بھی چلتی ہے۔ دھوکہ بھی چلتا ہے۔ کم تولنا

بھی چلتا ہے۔ کم نا بنانا بھی چلتا ہے۔ اور لوگوں کے ساتھ ہر قسم کی بدسلوکی بھی چلتی ہے اور
کاروبار میں بددیانتی بھی چلتی ہے۔ ہر خیانت بھی چلتی ہے۔ ہر قسم کا ظلم و ستم چلتا ہے۔ چغلی
غیبت بھی چلتی ہے۔ غرض ساری کی ساری زندگی حرام سے بھری ہے۔ اور تمام برے اعمال جن سے ہم قائم
رہتے ہیں۔ صبح سے شام تک کھانے پینے کو ترک کر کے ہم روزے کا درجہ ادا کر کے سمجھتے
ہیں۔ خدا یاد کر سادا دیں۔ ایسا روزہ غیبت جھوٹ سے بچنے کی علامت نہیں ہوگا۔ یہ عام ہم لوگوں
کا عام کا روزہ ہے۔ اور کتنی بدنصیب ہیں جو خود کو اس حالت سے بھی نیچے گرا دیتے ہیں۔
اور وہ حالت کیا ہے۔ آقا دو جہاں ؐ نے فرمایا کہ بہت بڑا بدبخت ہے وہ شخص جو
نے رمضان کا مہینہ پایا۔ اور خود کو دوزخ کے عذاب سے بچا نہ سکا۔ جس نے ماہ رمضان پایا
اور جہنم سے نجات پا نہ سکا۔ وہ بدبخت ہے وہ شخص۔ کون ہے جس کے پاس ماہ رمضان رہا
لیکن نہ اس نے روزہ رکھا۔ اور نہ روزے کا احترام کیا۔ ہم لوگ روزہ بھی نہیں رکھتے۔ اور کھلے بندوں
کھاتے پھرتے ہیں۔ اگر کوئی کہے ایسا نہ کرو تو کہتے ہیں یہ میرا ذاتی عمل ہے۔ میں نے جب روزہ
نہیں رکھا۔ تو کھاؤں کیوں نہ۔ ارے ظالم مر جا۔ اگر روزہ رکھتا تو یہ بڑے نصیب کی
بات تھی۔ اگر روزہ نہیں رکھا۔ تو بدبخت نہیں اس کا احترام تو کر۔ جو روزہ کی شعار کا ہے
اور اللہ کی نشانی کا ادب کرنا اس کا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔ ایک روزے دار

روزہ رکھتے ہیں لیکن اس کا حق ادا نہیں کرتے۔ روزے کا خیال نہیں کرتے۔ روزے کا لحاظ نہیں کرتے۔ سوائے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں پاتے۔ یہیں دعا کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو اس حال سے بلند کرے۔ اور ایک روزہ خواص کا ہے۔ ایک روزہ عوام کا تھا۔ جس کی حیثیت بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں۔ ایک روزہ خواص کا ہے۔ اور خواص کا روزہ تقویٰ کا ہے جب خواص یہ روزہ رکھتے تو ان کے لیے رمضان کا پہلا عشرہ رحمت بن جاتا ہے۔ ان کے لیے دوسرا عشرہ مغفرت بن جاتا ہے۔ ان کے لیے تیسرا عشرہ جہنم سے رہائی بن جاتا ہے۔ یہ تقویٰ کا روزہ رکھنا۔ اور روزے کے ساتھ نگاہوں کا بھی روزہ رکھنا۔ زبان کا بھی روزہ رکھنا۔ ہاتھ پاؤں کا بھی روزہ رکھنا۔ جسم کی خواہشات کا بھی روزہ رکھنا۔ برے خیالات کا بھی روزہ رکھنا۔ اگر حرام سے بچنا بد نگاہی سے بچنا۔ ظلم سے بچنا۔ جھوٹ و غیبت سے بچنا۔ ہر عیب سے ہر گناہ سے اگر ہر کوئی بچاؤ قائم رکھ کر روزہ رکھ لیا تو روزہ بھی تقویٰ بن گیا۔ اور یہ بہت بڑا تقویٰ ہے۔ اور سارے گناہ رمضان ختم ہونے سے پہلے یقیناً دھل جاتے ہیں۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پانچوں نمازیں جمعہ سے جمعہ۔ یہ سب عمر بھر کے صغیرہ گناہوں سے معافی کا سبب ہیں پانچوں نمازیں۔ اور جمعہ سے جمعہ ماہ رمضان سے ماہ رمضان یہ وہ عبادتیں اگر انسان باقاعدہ طریقے سے قائم رکھتا جائے تو درمیان کے سارے گناہوں کو مٹا دیا جاتا

جاتا ہے یہ اس طرح بڑے بڑے گناہوں سے بچا جا سکے۔ یہ نقطہ ہے سمجھانا چاہتا ہوں شعور کا
کہ ارشاد ہے کہ پانچوں نمازوں میں بڑے بڑے گناہوں سے بچنے والے کو چھوٹے گناہوں سے پاک
کر دیا۔ رمضان کا مہینہ نہ تھا پھر بھی پاک کر دیا۔ اس نماز کا عمل سارا سال قائم رہتا ہے۔
جمعے کا عمل سارا سال بعد قائم رہتا ہے۔ لیکن جیسے ہی رمضان آیا نماز کے اندر رمضان کی قیمت
نہ تھی۔ جمعے کے اندر رمضان کی قیمت نہ تھی لیکن جب رمضان آ گیا تو جب نماز پڑھیں گے۔ تو نماز
کے ساتھ رمضان کا عمل بھی ہوا۔ جب رمضان آ گیا۔ جمعہ آیا عمل بھی ہوا رمضان کا عمل بھی ہوا
لیکن جب ماہ رمضان میں نمازیں بھی قائم ہو گئیں۔ روزے بھی قائم ہو گئے۔ مشتبہ بھی ہو گئے، جو
کم ہو گئے۔ حرام سے بھی بچے۔ رمضان گزر جانے کے بعد انسان اس طرح ہوتا ہے کہ ماں کے
پیٹ سے باہر آنے کے وقت تھا۔ اور یہ تو شعور کی جب خواہش سارے احکام کا کہا کر کے
پھر روزہ رکھتے ہیں تو وہ متقی ہو جاتے ہیں۔ پرہیزگار ہو جاتے ہیں۔ اور متقی کا معنی ہے
بچنے والا۔ یعنی جو حرام سے بچنے والا۔ روزہ کھانے سے روکتا ہے پینے سے روکتا ہے۔ بیوی کے
قریب جانے سے روکتا ہے۔ روزہ زیادہ حلال سے روکتا ہے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے بعد اللہ جب میں نے
تمہیں حلال چیزوں سے روک دیا ہے تو حرام کے قریب جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
روزہ متقی کر دیتا ہے۔

کیونکہ کچھ وہ ہیں جو خواص الخواص ہیں۔ خاصوں میں بھی خاص۔ ان بندہ تقویٰ سے بلند ہیں۔
یہی یہ وہ مقام مجاہدہ کا ہے۔ عام کا بندہ کھانے پینے سے رکتا۔ خاص کا بندہ حرام چیزوں
سے رکتا۔ اب خاص الخواص کا بندہ جو مجاہدہ ہے۔ نفس (دل) کی ہر خواہش سے رکتا ہے۔ دنیا کی محبت
سے رکتا ہے خواہش نفس سے رکنا۔ فقط اللہ کی خواہش کے تابع ہونا۔ یہ بندہ انسان
کو دل کی تمام شہوتوں سے یہی انسان کو روک دیتا ہے۔ تو انسان کو مقام مجاہدہ نصیب ہو جاتا ہے۔
انسان خواہش نفس سے رک جاتا ہے تو وہ بندہ مجاہدہ بن جاتا ہے۔ نفس جب خواہش سے رک گیا
نفس جب تمنا سے رک گیا۔ نفس جب آرزو سے رک گیا۔ سوائے اللہ کے کوئی اور تمنا نہ رہے گا۔
سوائے اللہ کے کوئی خواہش نہ رہی۔ سوائے اللہ کے کوئی اور آرزو نہ رہی۔ تو یہ بندہ مقام مجاہدہ
بن گیا۔ اور جب انسان مجاہدہ کی گلیوں میں قدم رکھتا ہے۔ اسے اللہ پاک مشاہدہ کے
مقام پر پہنچا دیتے ہیں۔ جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں پکڑ کر اپنی راہوں
پر چلاتے ہیں جو سیدھا ہمارے پاس آ رہی ہیں۔ اپنے راستے کھول دیتے ہیں (دیدار)۔ تو خواص الخواص
کا بندہ مجاہدہ تھا۔ تو آخری مقام بندہ کا۔ جو اللہ کے قرب کی آخری منزل پر
پہنچتا ہے وہ مقام مشاہدہ ہے۔ اور یہ مشاہدہ بندے کا وہ مقام ہے۔ کہ پہلے تو کھانے
پینے سے بندہ رک گیا۔ پھر سارے حرام کام سے رک گیا۔ پھر ہر خواہش سے رک گیا۔ اور جب

بندہ مقام مشاہدہ تک پہنچا۔ تو اللہ کے سوا ہر ایک خیال سے رک گیا۔ جب جسم ہر خیال سے رک گیا۔ یعنی اللہ کے سوا کسی کا خیال تک نہ کر سکا۔ اے اللہ تیری ذات کے سوا تیرے اور کسی کی یاد نہ آ سکے۔ اللہ تیرے پیار کے سوا کسی کا دل میں پیار نہ رہ سکے تیری صفات کے سوا کسی کی صفات کا دل میں کوئی خیال نہ آ سکے۔ فقط اللہ کا خیال ہو اور بندہ اسی میں غرق ہو۔ تو اس وقت سمجھو بندہ کو مقام مشاہدہ تک پہنچا ہے۔

یہ وہ مقام ہے حضرت شیخ عجیب سہروردی کا۔ جو حرم کعبہ میں بیٹھے ہیں۔ مراقبہ کر رہے تھے اس کی آنکھیں بند۔ مراقبے کی کیفیت میں حضرت خضر علیہ السلام ملنے کیلئے آئے۔ چونکہ صاحب کی نظر ان سے گزر کر مشاہدہ کے مقام پر پہنچی ہیں۔ انہیں خضر کی تلاش نہیں ہوتی۔ خضر کو ان کی تلاش ہوتی ہے۔ وہ خضر کے پاس نہیں جاتے۔ خضر ان کے پاس آتے ہیں۔

یہ وہ مقام ہے کہ بندہ دنیا سے ایسے ہٹ جاتا ہے اور مستی و شیدائی کی لذت مل جائے تو دنیا تیرے پیچھے دوڑ لگائے گی۔ یہ دنیا یہ سائے کی مانند ہے اگر تو اس کے پیچھے پڑ جائے تو کبھی تیرے ہاتھ نہ آئے۔ اگر اس کی طرف نہ دیکھے تو کبھی تیرا پیچھا نہ چھوڑے۔ جب لوگ مقام مشاہدہ پر فائز ہو گئے۔

نہ تو زمین کے لئے نہ آسمان کے لئے۔ جہاں میں تیرے لئے تو نہیں
جہاں کے لئے

کسی عزیز دوست نے یہ اسی بات پہ کہ حضرت خضرؑ کی زیارت ہو جائے۔ حضرت خضرؑ کی ملاقات میں آتا ہے۔
حضرت خضرؑ ملاقات کیلئے آئے۔ لیکن بڑی دیر کھڑے رہے۔ اس وقت شیخ ابو نجیب اکو
کہ مجھ سے مصافحہ کریں۔ لیکن قربان جاؤں۔ جن کو دیدار الٰہی کی لذت نصیب ہوئی ہیں
وہ ہر شے کو بھول جاتے ہیں۔ انہوں نے سر تک نہ اٹھایا۔ حتیٰ کہ حضرتؑ انتظار کر کے چلے گئے
کچھ دیر کے بعد جب مراقبے سے فارغ ہوئے۔ تو آپ کے بھتیجے نے عرض کیا چچا جان۔ آپکو معلوم
نہیں کہ حضرتؑ آپ کو ملنے کے لئے آئے تھے۔ اور بڑی دیر آپ کی ملاقات کے انتظار میں کھڑے
رہے۔ لیکن آپکو پتہ ہی نہیں تو مڑ کر چلے گئے۔ تو آپ نے فرمایا بھتیجے مجھے اللہ کی عزت کی
قسم۔ میں اس وقت اللہ کی دیدار کی لذت میں مستغرق تھا۔ اس سے ہمکلام تھا۔
حضرتؑ کی ملاقات دیدار الٰہی سے بہتر ہوتی تو چھوڑ کر ادھر آ جاتا۔ لیکن اس سے مجھے فرصت
نہ ملی حضرت سے کیا کہتا۔

Molana-Muhammad Abbas Nazami

20-3-02

اللھم انصر الاسلام والمسلمین

اللھم اذل الشرک والمشرکین ۔

اللھم اجمعنا و اداء الدین ۔

اللھم الف بین قلوب المومنین ۔

۔ مسلمانوں کے مابین مسلکی بعد ختم فرما ۔

دنیائے اسلام کی خیر ۔ ملک پاکستان کو تا قیامت باکرامت ملک

دنیائے اسلام کے اندر جس جس مقام پہ مسلمان مظلومیت کا شکار

ہیں حالت کریم اُن پہ کرم و رحمت فرما ۔ یا اللہ ہمارے دلوں کو سکون

کا سامان عطا فرما ۔

رب سہولت و مستقل عمل کی توفیق بحرمۃ سید الابرار

وسیلہ سید نبی رحمت یا ارحم الراحمین ۔

سیرۃ مصطفیٰ ﷺ

خان محمد قادری

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ـــــ و اما بنعمۃ ربک فحدث۔

عزیز محترم، قبلہ محترم علمائے کرام، خوش نصیب، خوش بخت، بلند نصیب اور بلند بخت
تمام برادران اسلام، میزبان محترم جناب ـــــ صاحب۔ السلام علیکم ـــ

دل گرفتہ رہیں سہی بزم سجالی جائے۔ یاد جاناں سے کوئی شام نہ خالی جائے۔
اور محبت سے ملا ہے تو جھکا دوں گردن، میرے دشمن کا کوئی وار نہ خالی جائے۔

بہر حال حضرات گرامی ایک معاملہ اور بھی ہے جس میں یوں یا آپ ہم لالچی واقع ہوئے ہیں
کہ جہاں جہاں حضور کا ذکر سنائی دیتا ہے۔ وہیں وہیں پہ عاشق دیکھائی دیتا ہے۔
محترم بات ذرا سی ہے۔ یہی بس کہتے ہیں بچھڑے ہوئے نالو جب چٹکی = نعرہ لگاتا ہے
گوشہ سے نکل گئیں۔ اور مجھے دیکھیں کہ میں پتہ نہیں کہاں کہاں سے گزر گیا۔ حد کون و مکاں سے
گزر گیا۔ حد لامکاں سے گزر گیا۔ بڑی جستجو میں خبر نہیں۔ کہ میں کہاں کہاں سے گزر گیا۔
عزیزان محترم = سورۃ والضحیٰ۔ یہ قرآن کی بڑی خوبصورت صورت ہے۔ اور سورۃ یہ ہے
کہ اس میں ہمارے محبوب کی صورت ہے۔ جب بھی قرآن کی کوئی صورت نازل ہوتی تھی۔ اس کی کوئی نہ
کوئی وجہ ہوتی تھی۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تھی۔ اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہوتا
تھا۔ اسی وجہ اور سبب کو علمائے کرام شان نزول کہتے ہیں۔ یہ سورۃ کیوں نازل

ہوئی۔ سورۃ والضحیٰ کب نازل ہوئی۔ کس حالت میں نازل ہوئی۔ کیوں نازل ہوئی۔ سبب کیا بنا۔ کہ رب تعالیٰ اپنے میٹھے میٹھے رسیلے رسیلے انداز میں محبوب کے رخِ والضحیٰ کی قسمیں کھا رہا ہے۔ اس کی لہراتی لہراتی پیچ دار زلفوں کی قسمیں اٹھا رہا ہے۔ آخر کوئی سبب تو ہوگا۔ کوئی وجہ تو ہوگی۔ علماء فرماتے ہیں۔ وجہ یہ تھی۔ یا ایک وجہ یہ ہے۔ کہ چند دن وحی کا سلسلہ منقطع ہوا۔ چند دن قاصد نہ آیا۔ چند دن پیار بھی پیغام نہ لایا۔ اور جو جتنے میٹھے پیغام ہوتے ہیں۔ جو جتنے میٹھے سمعے سے ہوں۔ پل پل دل کی نگری میں میسر آتا ہے۔ اسی سمعے سے اُن کو چین آتا ہے۔ لیکن چند دن گزرے۔ حکمت رب جانے۔ چند راتیں بیتیں۔ پیغام نہ آیا۔ قاصد نہ آیا۔ ادھر حضور دیکھتے رہیں۔ یہ بھی حق ہے۔ کہ قرآن میرے نبی کا مشتاق ہے۔ لیکن یہ جملہ ادھورا ہے۔ یہ کسی ادھورے خطیب کا جملہ ہے۔ کہ جدھر حضور ہوتے تھے قرآن ادھر آتا تھا۔ یہ کسی ادھوری سوچ یا ادھوری سوچ کا جملہ ہے۔ علمائے کرام سچ کہتے ہیں۔ کہ قرآن میرے نبی کا مشتاق ہے۔ نبی قرآن کا عاشق ہے۔ سچ یہ ہے میرا نبی ادھر ہے۔ قرآن بے شک ادھر ہے۔ لیکن اگر قرآن نہیں آتا۔ مجھ سے پوچھو کیسے گزرے۔ ایک دن دو دن۔ چند دن پیغام نہیں آیا۔ میرے حضور بیٹھے رو رہے ہیں۔ پلکوں کی جھالر بھیگی ہوئی ہے۔ ساون کی

برسات لگی ہے۔ دن ہو یا رات۔ آنکھوں سے لگی ہے برسات کیوں رو رہے ہو۔
کبھی اُس کونے۔ کبھی اُس کونے کبھی اُس گھاٹی۔ کبھی اُس گھاٹی۔ کبھی پہاڑی کی اُس کھوہ
میں۔ کبھی پہاڑی کی اُس کھوہ میں۔ غم کیسے ہیں کس نے رنجایا۔ کس نے دکھایا۔ کس نے
رلایا۔ کس نے ستایا۔ تیری آنکھوں سے آنسوؤں کی یہ بدلیاں کیوں ہیں۔ تیرے نینوں سے اوپر
برسات کیوں لگی ہے۔ تیری ہر یہ صدا میں آہ آہ کیوں ہے۔ کیوں روتے ہو کس نے کس
نے رلایا ہے ہمیں بھی تو بتاؤ۔ لیکن رونے والا کبھی اُس کونے لگ کے۔ کبھی اُس کونے رو کے۔
کبھی پہاڑ پہ چڑھ کے رو کے۔ کبھی تنہا بیٹھ کے خلوت میں رو کے۔ کیوں روتے ہو کس نے رلایا۔
کسی نے گندا بول بولا۔ کسی نے بُری گالی بولی۔ کس نے رُلایا۔

نہ رلایا نہ رنجایا۔ نہ کسی نے رلایا۔ کئی دن بیت گئے۔ اُن کا قاصد نہیں آیا۔ وہ آن نہیں
آیا۔ اُن کا فرمان نہیں آیا۔ اسد فریدی نے اس منزل پہ رکایا۔

کدی تاں بے نیاز فرید دا جیون۔ جیندیاں جگ وچ ڈکھڑا ڈٹھیدن۔

ظاہر دسدے کھاون پیون۔ تیرا سر دی سولی اتے یار۔

نہ قاصد نہ پیغام آیا نہ خط جواب سنیہا آیا۔ کئی گزر عمر دکھ دکھ ویندی آں۔

ہندو دا ہم کاں سکھ ویندی آں۔ ہائے یار دے ڈکھ ویندی آں۔

وِدا

اتنے دن بیت گئے۔ مکے کی کافر عورتیں بغلیں بجا رہی ہیں۔ وہ محمد ﷺ کا رشتہ۔ مکے کے کافر بول رہے ہیں۔ کہ تجھے چھوڑ گیا۔ مکے کے کافر کہتے ہیں۔ کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا کل ایک کافر عورت بول رہی تھی۔ کہ جو تیرا جانے والا تھا۔ کئی راتیں ہو گئیں۔ اس نے تجھے اٹھایا نہیں۔ اس نے تجھے جگایا نہیں۔ لگتا ہے اس نے تجھے بلایا نہیں۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ تیرا حسن اس کو بھایا نہیں۔ وہ محمد ﷺ کا رشتہ۔ آپس میں ٹولیاں بنا کے آپس میں جشن منا کے۔ مکے کے کافر تیرے گرد پھرتے ہیں۔ کہتے ہیں اس نے چھوڑ دیا ہے۔ سلسلہ توڑ دیا۔ منہ موڑ لیا۔ بس کریم کا دل جیسے زخمی تھا۔ جیسے دل کے ارمان چور ہو گئے تھے۔

ایک جند نکی تے درد ہزاراں۔ کتھے ابوجہل دے بول کتھے ابولہب دی گالیاں

کتھے ظالماں دے بچھائے ہوئے کانٹے، گردشِ دوراں۔

گردشِ دوراں زمانے کی تھی آنکھوں کی نیند۔

کتنے حسین دشمن ایک رات میں دوست ہو گئے۔

تجھے چاہا۔ تجھے جانا۔ تجھے مانا۔ آج گلی گلی میں کوئی گالی دیتا ہے۔ کوئی جادوگر کہتا ہے۔ کوئی کاہن کہتا ہے۔ کوئی کانٹے بچھاتا ہے۔ کوئی مجھے رلانے آتا ہے۔ تو بھی

بول۔ جب کوئی نہ بولے۔ تو بھی نہ بولے۔ پھر بول کر دھر جاؤں۔ رونے والا روتا روتا گھر آیا۔ رو کر اپنے آپ کو بستر پہ اوندھے (منہ) سویا۔ جبرائیل جی رب جلیل۔ تو بابا دنیا نے بہت ستایا۔ مکے کی زمین دشمن ہوگئی۔ نفسانفسی خلاف ہوگئی۔ چھوٹے بڑے متحد ہوگئے۔ گلی گلی میں کوچے کوچے میں اگر کوئی اُن کا نام لیتا ہے۔ ظالم سلاخیں گرم کر کر کے اُن کی زبانیں داغ رہے ہیں۔ بلال رو رہا ہے۔ جبرائیل محبوب رو رہا ہے۔ جا۔ اور رو گئے ہوئے محبوب کو منا۔ بابا ہوش کروایا دنیا نے۔ بہت ستایا دنیا نے۔ اب رونے کو یہ کوئی روتا ہے۔ پھر یار چھوڑ دیا۔ ہائے یار کس کو ملے ہیں۔ کیونکر سے

راہِ وفا میں ہیں سو کانٹے دھوپ زیادہ آئے کم
مگر اس پہ چلنے والے خوش ہی رہے دیکھا ہے کم

یہ راہ یار ہے۔ جسے ہو جان و دل عزیز وہ ہماری گلی میں آئے کیوں ہائے کم۔ میرا محبوب روتا ہے۔ بابا دنیا نے بڑا ستایا۔ زیادہ جبرائیل جا۔ سونے والے کو جگا۔ رونے والے کو جا کر منا۔ یا اللہ کیا بولوں۔ کس انداز سے بولوں۔ کیسے چپ کراؤں محبوب رو رہے ہیں۔ خدایا جانا۔ اور جا کے چپ کرانا۔ اور انہیں عرض کرنا

والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ دو دفعہ تک ذکر کرتے سمجھے ہیں آپ۔

سننے کو بے چین تھے - آپ ﷺ بھی روئے۔ تین سو سال روئے پھر آواز آئی نہیں کیا

پرواہ۔ بے نیاز جو ٹھہرے۔ پانچ سو سال تک حضرت نوح ؑ نے گلی گلی کی خاک چھان

لگا دی جوانی - پھر آواز آئی مجھے کیا پرواہ۔ کسی کے آنسو نہیں پونچھے بے نیاز نے

کسی کو پیغام نہیں بھجوایا۔ ساری دنیا روئی۔ کسی کے سر پہ آرے چل گئے۔

کوئی چھپ گیا کسی نے آگ میں لگا دیے۔ کوئی کہیں بھی جائے۔ پھر اپنے محبوب کی آنکھوں میں آنسو

جو آئے۔ انداز دیکھیں۔ مکے کے کافروں نے اتنا کہا تھا کہ ودع محمداً ربہ

کہ محمد کے رب نے اسے چھوڑ دیا۔ وگولڑہ شور شور کر دیا۔ حسن نہیں ہے اس لیے

منہ موڑ گیا۔ ایک جملہ تھا۔ ایک جملے کا جواب کافی تھا۔

کہ ہم مہربانی ہے۔ اتنی بڑی ذات محبوب اگر رو دیا کیوں ہے۔ ویسے تو آپ کی عادت

نہیں ہے رونے والوں کو چپ کرانا۔ بے نیاز جو ٹھہرا۔ کوئی مر جائے تجھے کیا لیکن اپنا حبیب

الیس سے بیتہ دیا۔ ساری کائنات ہے اور بات۔ اگر محبوب روئے اور بات۔ یعنی

ہے کسی کے ایک آنسو سے ہزاروں دل دھڑکتے ہیں۔ اس کی پلکوں کو جدا کر دیا

بھیگیں۔ یہ کائنات بھیگ گئی۔ کسی نے ایک آنسو سے ہزاروں دل دھڑکتے سنا کس کا

Scanned with CamScanner

عمر بھر رونا بے کار جاتا ہے۔ ساری کائنات الگ ہے۔ ہر بندے کی ذات الگ ہے
قرآن کی آیات الگ ہے۔ اگر ہوں سمجھ نہیں سکتے۔ مولانا محمد یار فریدی فرماتے ہیں
فرید فرید ہوتا ہے۔ چاہے بابا فرید ہو۔ چاہے خواجہ فرید ہو۔ فرید فرید ہوتا ہے۔
لیکن جو بابا فرید ہے وہ اجمیر مجبور ہے۔ وہ خواجہ کا بھی فرزند ہے۔ ارے کم
ایک بے خبر ہم سبحان اللہ وہ فرید بھی الحمد للہ کو فرید کہتا ہے

مجھے جب سمجھی رونے کو بندگی ملے۔ بنا رسول ملے۔ بنا کر دیں اللہ تعالیٰ و عشق کا
و عمل جو ہم پیش کر دیں۔ کوئی بچوں کو یاد کرے۔ کوئی سسرے کو یاد کرے۔ کوئی مرد کو یاد
کرے۔ ہر کوئی اجڑے ویرانے آباد کرے۔ اور پھر کوئی محفل میلاد کرے۔ ہر کوئی بہانے بہانے
تجھے یاد کرے۔ رونے کے بہانے سے۔ ہر کوئی رہا۔ کوئی کسی غم میں۔ کوئی کسی غم میں
کوئی غم پروردگار میں رہا۔ کوئی غم بندگار میں رہا۔ کوئی ساری کائنات۔ ہر کسی کو
چپ کسی نے نہ کرایا۔ یوں جبریل نہیں آیا (آرہے)۔ رونے والے کا دل ہلا دے۔ پہلے قسمیں کھا کر
کی ہم کھاوے۔ مولا ساری دنیا۔ پر چپ ہو جا کوئی نہیں۔ رونے والے کو چپ کسی نے
نہ کرایا۔ تو میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ رب محبوب چپ کرا رہا ہے ارشاد ہوتا ہے۔
والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ۔ کہ کسر اجور۔ حضور غوث محدث دہلوی نے فرمایا کہ

کہ حضور کو کافروں نے کہا تھا۔ کہ رب نے چھوڑ دیا۔ تو دوبا سے کعبہ کے منہ موڑ لیا۔ اللہ
نے فرمایا نہ نہ والضحیٰ تیرے حسن کی قسم تیرے رخِ تاباں کی قسم تیرے چمکتے
چہرے کی قسم تیرے مکھڑے کی قسم۔ تیری واللیل تیری بھیگی زلفوں والی کالی کالی
زلفوں کی قسم۔ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ۔ یا رب کیوں قسمیں کھا رہا ہے۔ کوئی بات
بتا۔ فرمایا فرزندا جیسے قسم تیرے حسن کی۔ جیسے قسم تیری زلفِ سیاہ کی قسم
چہرہ والضحیٰ کی۔ کہا کہ ملک زلف دو ماہی تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا قسم ہے
تجھ سے منہ نہیں موڑا قسم ہے۔ تجھ سے پیار کا رشتہ نہیں توڑا قسم ہے۔ دنیا
جھوٹی جھوٹ بولے کم کم تولے۔ کون کہتا ہے ہم تم میں جدائی ہو گی یہ ہوائی کسی احمق
نے اڑائی ہو گی۔ والضحیٰ۔ تیرے جیسے حسینوں کو کوئی چھوڑتا ہے ہم اشارہ
تو ہیں تیرے تماشا ہو جو کیا۔ ترک و محمد ربہ وکلاہ ہدرہ کا مطلب ہے کہ اللہ
نے ناپسند کر کے چھوڑ دیا۔ کافروں نے کہا۔ رب نے اس کا جواب ڈھنکے کی چوٹ
سے دیا۔ کہتے ہیں جب الیکشن دوبارہ ہو الیکشن ہے۔ جب عمل دوبارہ کرتے عمل
لیکن دوبارہ نہیں کیا۔ ایک کہو گے دس سنو گے۔ آپ نے سورۃ الکوثر کو
نہیں پڑھا۔ امام رازی نے حضرت عجیب جملہ لکھا۔ کہتے ہیں حضور کو جب

Scanned with CamScanner

طعنہ دیا تھا۔ جاہل کافر کے کرتوت تھے کافروں نے۔ اب اس کی اولاد نہیں رہی۔
خدا نے اسے چھوڑ دیا ہے۔ [illegible] ہے۔ اب نہ نام رہے گا نہ اسلام رہے گا
نہ پیغام رہے گا۔ اب بس اسکو چند سال جینے دو۔ کچھ نہیں بچے گا۔ بس ادھر
یہ بات ہوئی کہ حضور رنجیدہ ہو گئے۔ دل پہ ملال آیا۔ ادھر والے نے کہا محبوب دنیا
تجھے کیوں طعنے دیتی ہے۔ مجھے بھی طعنے دیتی ہے۔ یا اللہ وہ کیسے فرمایا مجھے اولاد والا کہہ کر طعنہ
دیتی ہے۔ حالانکہ میری شان ہے لم یلد ولم یولد۔ مجھے اولاد والا کہہ کر طعنہ دیتے ہیں۔ تجھے بے اولاد
کہہ کر طعنہ دیتے ہیں۔ آ تو میری بات کر میں تیری بات کروں۔ تو میری عزت کا رکھوالا بن
میں تیری عزت کا رکھوالا بنوں۔ تو توحید کے گیت سنا۔ میں تیری رسالت کی بات کروں۔
تو بول۔ کیا بولوں؟ قل ھو اللہ احد۔ تو میری توحید کے گن گا۔ تو بول قل ھو اللہ احد
اللہ الصمد۔ لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ تو میری بولی بول۔ میں تیری بولی بولوں۔
تو بول کہ میں ایک ہوں۔ تو نہ بول میری اولاد نہیں۔ میں کیا بولوں گا۔ فرمایا انا اعطینک
الکوثر۔ ________ ابتر۔ تیرا نام رہے گا۔ تیرا پیغام رہے گا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ
نگر نگر۔ یہاں بھی رہا ہے۔ یہ نشان کیا ہیں۔ یہ کیوں بنے مسجد میں آئی ہے
یا آگئی ٹولیاں ہیں۔ گروہ گروہ بیٹھے ہیں سارے انہی کے ہیں یہ ہوتی منڈلیاں ہیں۔

Scanned with CamScanner

یہ گرو محمود ڈیش ہیں ہمیں کہتے ہیں۔ ہم سے لاالٰہ سے بات کرو۔ ہم سے دلیل سے بات کرو۔ اور سے لاالٰہ والے۔ پانچ ہزار دے کے ڈگری گرو محمود کی لینے والے۔ کون بولا نا کیاں گئی گرو محمود کی۔

ذرا محبوب کا کانز بول رہا ہیں (جھوٹ)۔ یہ غلط بول رہے ہیں۔ مجھے قسم ہے تیرے مکھڑے کی قسم رخِ تاباں کی۔ قسم ہے تیری زلف کی۔ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى تیرے رب نے تجھ کو نہیں چھوڑا۔ انداز ذرا دیکھیں ہمارے مفسر بتا رہے ہیں۔ کہ ہر ٹیوب پہ لگ ضمیرِ خطاب والا۔ کمال ہے ایسے کیوں بول رہا ہے کہ تیرا رب۔ تو ہمارا ہی تو ہے۔ اس نے اپنا منہ چھپا کے رکھو۔ میں اس کا میں صرف تیرا ہوں۔ اور تیری وجہ سے۔ یہ پیٹ دے کتے پیٹ دے سانگے میں نے تیری خاطر معراج کی رات تھی۔ محبت کی برسات تھی۔ دو کریموں کی ملاقات تھی۔ اور حرمِ ناز میں ہم ذات تھی اور بول رہے تھے۔ أَنَا وَأَنْتَ وَمَا سِوَا ذٰلِكَ خَلَقْتُ لِأَجْلِكَ۔ محبوب ایک میں ایک تو۔ اور باقی کل کائنات تیرے حسن کی خیرات ہے۔

میرا مطلوب تو ہی ہے۔ میرا مقصود تو ہی ہے۔ زمین و زماں تمہارے لیے۔ مکین و مکاں تمہارے لیے۔ چنین و چناں تمہارے لیے۔ دہن میں زباں تمہارے لیے۔

بدن میں جان تمہارے لئے۔ علم و فن کا شہنشاہ ہے۔ مصطفیٰ کے در کا بھی گدا ہے
یہ امام احمد رضا ہے۔ جس میں عشق ہی بول رہا ہے۔

ہماری شکل ایک جگہ پہ لگی ہوئی ہے۔ وہ مسرت نہا پیارا۔ جب کافروں نے طعنے دیے؟
رلا دیا۔ بہت ڈرا دیا۔ لیکن جب چپ کرانے والے نے چپ کرایا۔ تو تڑپ ہیں یا مست ہیں۔
کر مادیں گے کہ رب ہے۔ آج میں تیرا ہی ماکل ہی ہیں تیرا۔ ما ودعک ربک وما قلیٰ نہ تجھ سے
منہ موڑا۔ نہ تجھ سے رشتہ توڑا۔ نہ غیر سے جوڑا۔ ہم تیرے ہیں۔ اور یاد رکھ وللآخرۃ خیر لک
سارے الفاظ کا ترجمہ ہے۔ ایک اہل درد شاعر علامہ سلمان منصور پوری۔ وہ لکھتا ہے
کہ لگتا یوں ہے کہ اب ڈھاڑیں دل ڈگمگا گیا۔ ادھر قدرت بول پڑی۔ عجیب بات بول گیا۔

عشق دی بات نہ سمجھن اے ملاں نے رکھڑے
اس راہوں نہ عمر ساری میں کیا نوں ہو جاواں مکرے
ہور فرید نہیں کوئی حاجت یوں دیدار دے بکھڑے

حاضرین سلمان اہل درد کہتا ہے کہ دل میں کو یار کے خیال آیا۔ کہ آج شکے

میں میرا کوئی نام نہیں لیتا۔ اگر کوئی میرا نام لیتا ہے۔ دشمن اسکو تمام لیتا ہے۔
میری گلی میں میرا نام۔ کسی گھر میں میرا نام کوئی نہیں لینے دیتا۔ کیا یہی حال رہے گا۔
کیا تو میری کوششوں کا نتیجہ یہی رہے گا۔ اس نے کہا نانا۔ مشتم شیرے مکھڑے
کی۔ مشتم شیری زلفوں کی۔ تو کل آنے تو دے۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ کل جو آئے گا
تجھ کو بتا دے گی۔ دنیا تیرے گیت گا دے گی۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔ آنے والی گھڑی
پہلی سے خیر ہے۔ بہتر ہے۔ انتظار تو کر۔ صبر رہنا۔ سورج نکلے گا دوپہر بھی ہو گی
پھر شام ڈھلے گی۔ سورج ڈوب جائے گا۔ ستارے نکلیں گے۔ ٹمٹمائیں گے۔ پھر صبح کو
ڈوب جائیں گے۔ چاند نکلے گا۔ چودھویں پہ آئے گا۔ بدر کمال کہلائے گا۔ پھر اپنا دن
پھر گھٹ کر۔ مہ ہلال ہو جائے گا۔ یہ مشتم شیرے مکھڑے کی۔ مشتم شیری زلفوں کی۔ سورج کا
ڈوبنا اسکی شام آئی۔ یہ میرے سراج منیر۔ تیرے اوپر شام کبھی نہیں آئے گی۔
والنجم اذا ھویٰ۔ ستارے ڈوبیں گے لیکن محمد تیرا میرا یہی میرا۔
یہاں ایک حوالہ پیش کر رہے ہیں۔ عیسائی ہے۔ نام ہے مسٹر ٹامس کارلائل۔
اور یہ کوئی ان پڑھ دو ٹکے کا آدمی نہیں ہے۔ یہ پروفیسر کس یونیورسٹی کا۔ آکسفورڈ یونیورسٹی
کا پروفیسر۔ عیسائی ٹامس کارلائل۔ جس کا نام انگریزوں کے سامنے

لی۔ تو کسی بیوقوف کی گردنیں جھک جاتی ہیں کہ ہمارے عالم کا نام آیا۔ اتنا بڑا عالم۔ اور اس کی بات کو نقل کرنے والا کتنا بڑا عالم۔ علامہ عنایت احسن دیوبندی۔ اسے اکبر کمال ہو گیا نقل کر دیا۔ عیسائی کے اس فکر کو۔ کیسا ہے اس کا منکر کار الاول نے کہا۔ اس نے کہاں حیرت ہے۔ کہ آنے کو ایک لڑکے کو جو بس نہ لگ رہا۔ کام کار آیا۔ پھر جو کبھی آیا واپس جانے کے لیے یہ حرف ایک تھا۔ اور ایک آیا جو حرف آنے کے لیے

عیسائی طمانچہ مارا ہے۔ ان کے منہ پر۔ جو لیتے ہیں پتہ چل گیا۔

میری فغاں سے آنسو بہائے پتھروں نے

تیرا دل کوئی پتھر کا سا پگھل نہ سکا۔

اے ظالم عیسیٰ کہہ رہا ہے۔ باقی آ کے تو جانے کیسے۔ وہ آیا آنے کیسے۔ اور اکبر علیہ کار الاول کا کمال ہے۔ کیسا یہ لگتا یوں ہے۔ مگر وہ فطرت کا نور تھا۔ قدرت نے اپنے گریبان کو چاک کر کے۔ اسے نکالا۔ اندھیرے میں سویرا کر ڈالا دنیا کو پاک کیا

صاحبزادہ بشیر الدین کو کلیم کا شعر یاد آ رہا ہے کہتے ہیں

نور سرکار نے ظلمت کا بھرم توڑ دیا

کفر کا زور ہوا اور شرک نے دم توڑ دیا

شورش ظلم ہوگی، خلق محمد سے فنا۔

جتنے شہزادے تھے ہر ایک نے دم توڑ دیا۔

اور کارل لوئس عیسائی بھی سن رہی ہے ساری خدائی، دیا کا ہے دیا کی۔ یہ ہے نور مصطفائی

جس نے دنیا کے چپے چپے میں توحید کی بات پیدا کی۔ بلکہ عشق کی آگ لگائی۔ جس سے بابا بلھے شاہ کو بھی

آگئی۔ کوئلے تے چھڈ کے دیکھو ذرا گھر گھر بلدی اے اگ۔

میں کلیاں اک جی کلی ایسے کنا سارا جگ۔

حضرات گرامی کارل لوئس عیسائی خوب بول گیا۔ مگر میرا امام احمد رضا کیسا بولتا ہے

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا و والا ہمارا نبی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے متعلق۔ حضرت جابر سے پوچھیں کہتے ہیں۔

آگئی رات چاند رسول سے بھاگ اساڈے جاگے،

اوہ سجناں نے خوش مشکاں دے کھلیاں۔

جیسے ہنس ہنس کے مسکرا رہے ہیں۔ کیونکہ فیض نبی کا پا رہے ہیں۔ اور ہم باعث نبی کی

ہنسا رہے ہیں۔ اور زمانے میں یہ قاعدہ ہے کہ جس کا کھانا اسی کا گانا ہے

Scanned with CamScanner

ہم اُن کا مرثیہ گا رہے ہیں۔ اور اپنی کے گیت گا رہے ہیں۔ اور مومنوں کے چہرے مسکرا رہے ہیں۔

آ کے رات وچھاریاں گل لاگ آساڈے جاگے
سجناں تے خوش شکار کر دلبراں تے دشمن سپر پھسیا گے۔

والآخرۃ خیر لک من الاولیٰ سائنس کہتی ہے۔ سائنس فٹ کیتھیڈرل ہے کہ یہ سورج سمٹ رہا ہے۔ کائنات سمٹ رہی ہے۔ گویا پھیل رہی ہے۔ اللہ نے فرمایا قسم تیرے مکھڑے کی قسم تیری زلفوں کی۔ کائنات سمٹے گی تیرا ذکر وسیع ہوگا۔ سورۃ 93 شام آئے گی مجھ پہ درود سلام آئے گا۔ آج تو رو رہا ہے۔ کہ مکے کی گلی میں تیرا ذکر نہیں ہوتا۔ اک وقت آنے دے۔ قسم ہے جیسے مکے میں تیرا نام ہوگا۔ مسجد مسجد منبر منبر ہوگا۔ جو تیرا منکر ہوگا۔ نمک حرام ہوگا۔ والآخرۃ خیر لک نہ اور نہ ہو رہا جان ہی جا میری یا سن خبروں کی نرسنتی میری یا سن عنبروں سے سنا تم نے عنبروں سے سنا تم نے۔ کچھ ہم نے سنا ہوتا۔ کچھ ہم سے کہا ہوتا۔ پیارا مصطفیٰ اٹھوا دے۔ کیا ہوا۔ حضرت قائد اعظم محمد علی جناح جب وکالت کی ڈگری لینے گئے تھا انگلستان۔ تو واپس پلٹے۔ تو کسی نے کہا مسٹر جناح۔ آپ نے جس کالج کو

سلیکٹ کیا۔ اس کی سلیکشن کی کوئی وجہ۔ ہمارے جیسے کیوں ہوتے ہیں عاشقِ پاکستان کیوں ہوتے
ہیں۔ یہ اندر ہوتے ہیں جو بندے پڑھ لکھ کے فضول ہوتے ہیں۔ قائد اعظم محمد علی جناح
اُن نے کسی نے کیا۔ اس کالج میں داخلہ لینے ایڈمیشن لینے کی کوئی خاص وجہ۔
کہتے ہیں میں نے کئی کالجوں کا پیپر لگایا۔ ایک کالج میں آیا میرٹ کو اٹھایا تو
ادھر لسٹ کو دیکھا یا میں نے غور فرمایا کہ کون کون سے کالجز کا نام ہے
قانون دانوں کا نام ہے۔ کہتے ہیں میں نے جو آرڈر کو اٹھایا۔ او مجھے عجیب خوشی
کا بادل آیا۔ کہ تمام قانون دانوں کے ساتھ پھر میں نے محمد لکھا پایا۔ میں نے قدم
لگایا۔ آج اس کے ہم بھی آیا۔ یا میں نے وہیں پہ روز لگایا۔
دیکھو لو پیارے۔ ظاہر ہے یہ بات جہاں تیرا نام دیکھا۔ جہاں دیکھا تیرا نقش پا
وہیں پہ کعبہ بنا دیا۔ اب میرے سامنے کا نام یہاں ہو گیا سکہ پہ میں نے کسی دینے، عنبروں
نے دینے کالجوں کے ادھر لکھا تیرا نام محمد ہے۔ بدنصیب ہمارے تیرے ورلڈ کے برباد ہو گئے
اور بے ٹھکانہ ہو کر اپنے کالج کے ساتھ میرے ساتھی کا نام سب کے ہونے ہے۔
سپاہی سے لے کر شہنشاہ تک ائمہ کو درویش۔ مرشد خدا ہے۔ عرش والے سے لیکر
جنت کے دروازے کھولے۔ ہر شخص کے ہاتھ کے ہیں۔ مسند کی جاگیر ہے۔ عرش کا پردہ

ہر سمت درود والی نام لکھا رکھا ہے۔ جنت کے پتے پتے پر یہی نام سجا رکھا ہے۔ اور حور اور غلمان کی آنکھوں میں یہی لکھا رکھا ہے۔ جنت کے مین گیٹ پر یہی تماشہ رچا رکھا ہے یار کا نام لکھا رکھا ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال یوں رہا ہے۔

میوہ نہ ہو پھول تو بلبل کا یہ ترنم بھی نہ ہو۔

اور چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو۔

اور یہ نہ ساقی ہو۔ پھر مے بھی نہ ہو۔

خم بھی نہ ہو۔ بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو۔

اور تم بھی نہ ہو۔ اور خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے۔

دہر میں عشق محمد سے اجالا کر دے۔

مسلمان جنت میں اگر جانے لگا ہے ہر ڈاکٹر و علم۔ آگے بڑھ اور کر نبی کے نام کو سلام نبی فرشتے پڑھا رہے ہیں لگا کام۔ وہاں آ کر وہ [illegible] ادا کر سے شش و پنج ولی کے آگے نا چاہتا ہے۔ تو مجھ کو کا درہ کیا۔ ایک ہیبت میں آ کر کھڑے۔ نزدیک کی مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ ایک کہنے لگا ونڈر فل

مدسرسا سے کہا خیر خیریت اب منیجر بیچارہ حیران۔ ایک مدسرسا کا منہ دیکھ رہا تھا

میں انگریز تھا۔ حیرانی کی بات ہے۔ عجیب ہے۔ یہاں ہم وہاں ہیں۔ ہیر اینڈ دیئر۔

اب اُس میں لگے ہوئے ہیں۔ اب منیجر صاحب۔ وہ تو کہتا نا۔ یہ تو عمران کا شریف کیا

اب یہ حیران ہو کے گیا ہے۔ بتایا نہیں انہیں کہ کیا چیز شیڈ لگی ہے۔ انہوں نے منیجر کو بلایا۔

کہا کہ یہ وٹ دس وائٹ آواز کیا ہے۔ اُس نے کہا۔ یہ آواز نہیں ہے۔

جب نماز کا وقت آتا ہے۔ ایک مسلمان وضو فرماتا ہے۔ پاک صاف ہو کے مسجد

میں جاتا ہے۔ انگلیاں کانوں میں لگاتا ہے۔ اور زور سے اللہ اکبر کی آواز لگاتا ہے

اس طریقے سے مسلمانوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے۔ انہوں نے کہا فاسی نیٹنگ۔

کیا ان کیا ان فاسی نیٹنگ۔ پانچ وقت یہی کچھ دہراتا ہے۔ آذان سنتا ہے۔ انہوں

نے کہا وُنڈر فُل؟ اس نے کہا وُنڈر فُل ہے۔ انہوں نے کہا۔ صحافی بلاؤ ہم اُن کے

سے بات کریں گے۔ جب جنرل لسٹ صحافی بلوائے گئے۔ اُن خلا کے سائنس دانوں

نے بتایا معاملہ یہ ہے۔ جب ہم نے چاند کی دھرتی پہ قدم رکھا تھا۔ یہ جو آذان والا

مسئولہ ہم نے سنا تھا۔ یہ تمام پانچ وقت چاند پہ بھی آیا۔ حیران فرمایا

ارے میاں یہ محمد نام ہے۔ ہاں ایک محمد نام ہے۔ یہ اُفق پر آ کر پھر گرا

کبھی یہاں چمک کبھی وہاں چمک۔ کبھی ادھر چمک [illegible]۔

صدقے جاؤں اس نام کے رب نے کیا میرا مدنی تو نہ رو گلی گلی نگر نگر اگر شہر اور شہر

نہ پہنچ سکو پہنچ گیا۔ مدرسہ در مدرسہ اور شہر در شہر۔ ایک یہودی تھا۔ اس نے شعوری طور پر کوشش بھی کی

کی بار ہے۔ وہ کہتا ہے کہ معاملہ یہ ہے کہ اب جس گلی میں جاؤ۔ جس مسجد میں

جاؤ۔ جس مندر میں جاؤ۔ جس ملک میں جاؤ۔ جس جگہ پہ بھی جاؤ گے وہاں پہ نبی کا نام

مزید پاؤ گے۔ وہ کہتا ہے میں افریقہ کے ان جنگلوں میں گیا جہاں لوگ اب بھی

ننگے اور تھے۔ لیکن محمد کے نام سے واقف تھے۔ جہاں جہاں دنیا سانس

لیتی ہے۔ علامہ اقبال فرماتا ہے

ہے کی ہنگامۂ عالم بُود

رحمۃ للعالمین محمد بُود۔

جہاں جہاں رب کا نام ہے۔ وہاں مدنی کا بھی نام ہے لیکن کیا وہ انگریز یہودی

بھی کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ کہتا ہے اب اگر دنیا مر جائے اس کائنات رب

دوبارہ بنائے۔ ہم مر جائیں۔ رب پھر بنائے۔ اگر یہ کائنات نور پھر مرے۔ دیکھو یہ مرے؟

ہے اب کیسے اس کائنات ہوں۔ اور کائنات ہوگی۔ تو پہلا لفظ جو کائنات کی زبان

ہم آئے گا ۔ یہ ہوگا مجھ پہ

اے ضمیرِ زمیں سے شعورِ آسماں تک۔

حمد۔ حمد۔ حمد حمد۔

دلِ آگاہی سے ذکرِ خدا تک۔

حمد حمد حمد حمد حمد؟

تو ہی آ کے حاملِ کیمیا در سے۔

تیری ابتدا سے تیری انتہا تک۔

حمد حمد حمد ______

عمر جو کہ سینے گزر گئی۔ اور سال رہ کے جلدی گزر گئی۔

صدقہ تھا شب نہ رہے ۔ وللآخرۃ خیر من الاولیٰ

میں چند برس کا ہوں ۔ لیکن تو بے اور شام نہ آئے گی۔ اور تو اور جب قیامت کا دن آئے گا۔
رب کائنات کی گردش چلا دے گا۔ لیکن مسلمان پیغمبر رہیں گے عوام محروم ہی
اس شام ہرے جادے گا۔ اے نبی کسی پہ بجا دے گا کہ نبی دولہا میدانِ حشر کا بناؤ گا
کہ نہ جانے گا۔ جل بول ۔ جانے گا۔ کتنا ماتھوں نیز مکا سر حسنا پتہ مالک معراج کی رات

161.

عرش سے جو چڑھا یا حیران محشر کرسی پہ بیٹھا شہ تو اعلیٰ حضرت کہیں گے

سوال مکان کے مکین ہو گئے سر عرش تخت نشین ہوئے

یہ نبی ہے جس کا ہے یہ مکان ۔ وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

کل قیامت کا دن آئے گا کہ اب مجھے کرسی پہ بٹھا دے گا۔ تو رب وہ آنکھ کا اشارہ سا کرے گا

اور جنتیوں کو جنت سے آواز دیا جائے گا۔ اور صدیق حسن ہو یا کوئی سب سے بات کہہ

سکتا ہے میرا قیامت روز محشر میرے نبی کا دن ہے

آج روز بعد از سنت ۔ یہ قیامت کا دن سنہرا دن ، تو قیامت

کا مہمان بنے گا رب میزبان بنے گا، اور ساری کائنات حاضر ہو گی تو جدھر جائے گا

ساری کائنات کا رخ ادھر جائے گا۔ والله آج تو قیامت دن الله نے رد ان کے لیے کر

کہیں آئے تو دیکھے کائنات کے چہرے پہ شہرا نام ہو گا۔ آج سے بیس کل آئے گا

وما علینا الا البلاغ المبین

Molana Muhammad
Abbas-Nazami

23-3-02

معجزاتِ نبیؐ — محمد اقبال چشتی

لامکاں حرم سے کون آ رہے ہیں۔ وما ینطق عن الھویٰ کی شان والے نبی ارشاد فرما رہے ہیں۔ اس وقت میرے نبی اربع عناصر نہیں۔ آگ نہیں، پانی نہیں، ہوا نہیں، مٹی نہیں، انبیاء نہیں، ملکوت نہیں، جبریل نہیں۔ اس وقت میرا نبی مبعوث ہو رہا۔ آگ نبی کی محتاج ہے۔ پانی نبی کا محتاج ہے۔ چراغ نبی کا محتاج ہے۔ ساری کائنات نبی کی محتاج ہے۔ میرا آقا کسی کا محتاج نہیں۔

میرے آقا ﷺ کی ولادت سے قربان جائیں۔ رب کی دلہن بن کے حضرت آمنہ کی گود میں تشریف لائے۔ دوسرا جنم میرا بن کے تشریف لائے۔ میرے نبی خود بھی پاک اور لوگوں کو کفر و شرک سے پاک کرنے والے ہیں۔ اگر کوئی بچہ پیدا ہو، غسل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کو ختنہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے نبی آئے، پانی کی ضرورت نہیں بلکہ پانی نبی کا محتاج ہے۔ میرے نبی کریم مختون، ختنہ شدہ۔ میرے نبی پاک ناف بریدہ آئے۔ میرے آقا کی زلفوں میں مانگ نکلی ہوئی۔ زلفاں والیاں۔ ماشاء اللہ کیا بات۔ والضحیٰ کا رخسار۔ میرے نبی رحمت بن کے، برکت بن کے آمنہ کی گود میں تشریف لائے۔

میرے مرشد کریم گولڑے کے پیشوا سردار پیر مہر علی شاہ صاحب

[illegible] دونوں کو ثور سے روئیں۔ والضحیٰ [illegible] کردے ہیں

اللہ کے محبوب تشریف لائے ہیں۔ ترجمہ فرماتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ لوگو! میری پہچان کی
دلیل آگئی ہے۔ اس کی معرفت کی دلیل آگئی ہے۔ دوسرے مقام پہ قرآن ارشاد فرما رہے ہیں
قد جاءکم من اللہ نور۔ اللہ کا نور آگیا۔ اللہ کا وہ نور ہے جس سے تمام کائنات
روشن ہو رہی ہے۔ اہل سنت کے امام مجدد دین فرماتے ہیں۔

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے۔
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے۔

ساری کائنات کو چمکانے والے ہمارا دل بھی روشن کر دے۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے۔
وہ مصدر کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

لا الہ لہ دعوہ ہے۔ محمد رسول دلیل ہے
فیضان حرم آیا تو آمنہ کے گھر مگر ساری کائنات روشن کر دی
صرف آمنہ کا گھر نہیں ساری کائنات کو میرے آقا نے آباد کیا ہے۔
جو بھی رب کے گھر کو پاک کرے وہ نشان کا مالک ہوگا۔ ابراہیم
دعا کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم نے تیرا گھر بنا دیا۔ اس کو پاک کرنے والا بھی تو بھیج دے

رہنا وابستہ حلیمہ رسول اللہ۔ یہ رب کا گھر میرے نبی کے آنے سے پاک ہو جاتا ہے تو
پھر نبی میرے گھر کیوں نہ پاک ہوں گے۔ میرے نبی رب کی دلیل۔ دلیل کا ترجمہ
دلیل کا ہے۔ قرآن کہتا ہے۔ قُل هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ نبی فرما دو اگر تم
اپنے دعوے میں سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔ ایک ترجمان ہے۔ برہان کا معجزہ۔
میرا نبی سراپا معجزہ۔ نبی پاک کے ہاتھ صرف معجزہ نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ۔ میرے
نبی کا دہن ایک معجزہ نہیں بلکہ معجزات کا مجموعہ۔ نبی پاک قدم ایک معجزہ نہیں معجزات
کا معجزہ۔ ایک معنی برہان کا دلیل۔ ایک معنی برہان کا معجزہ۔ میرا نبی سر سے لے کر
قدم تک معجزہ ہی معجزہ ہے۔ معجزہ کی تعریف علما سے پوچھو۔ جس کو عقل
نہ جانے۔ پھر عشق ترک نہ کرے۔ جو عقل انسانی میں نہ آئے۔ اور کس پہ ایمان لانا ضروری ہے۔
یہ نبی پاک کا معجزہ اگر بیمار رہ جائے تو بیمار درست ہو جائے۔

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں جب میں اپنے آقا کو اپنے گھر لے آئیں تو بڑی برکتیں آ گئیں
جو جانور بیمار ہوتا تھا۔ لوگ میرے پاس لے کر آتے۔ تو میں سرکار کا ہاتھ مبارک پکڑ کے لگاتی
تو بیمار درست تندرست ہو جاتا۔ میرے نبی پاک کا ہاتھ معجزہ ہے۔ جو نبی کا
معجزہ ہے وہ خدا کی قدرت کا اظہار ہے۔ یہ نبی کا ہاتھ ایسے ہاتھ ہے

اگر کسی کا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے۔ سرکار کی بارگاہ میں آ رہا ہے کملی والے میرا بازو ٹوٹ
گئے۔ تو میرے آقا فرماتے صحابی۔ آپ میرے پاس کیوں لینے آئے ہیں۔ میں کیا کر سکتا ہوں
میں تو تمہاری طرح ہوں۔ میں بشر ہوں۔ معلوم ہوتا ہے صحابہ کا عقیدہ تھا کہ جس
کو جو کچھ ملتا ہے نبی کے دروازے سے ملتا ہے۔

جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ہمارے صحابہ کا عقیدہ تھا۔ جنگ بدر کا اور زخمی ہوئے صحابی کے بازو ٹوٹ گئے۔ حضور کے پاس
آ گئے کملی والے آقا میرا بازو ٹوٹ گیا۔ میرے آقا نے فرمایا غلام نہ گھبرا۔ اگر کوئی توڑنے والی
طاقت ہے تو جوڑنے والی طاقت بھی موجود ہے۔ میرے آقا ﷺ نے بازو کو ہاتھ لگایا۔ پہلے والا
جیسا ہو گیا۔ لعاب دہن لگایا۔ بازو جڑ گیا

لوگ کہتے ہیں کہ جناب اللہ والے مکھی کا پر نہیں بنا سکتے۔ قرآن کہتا ہے
مٹی کے طیر کا ذکر ہے تو بنا کر پھونک مارتے ہیں پرندے بن جاتے ہیں۔ یہ کہتا ہے
مکھی کا پر نہیں بنا سکتے۔ بنا نہیں سکتے جس چیز کا ذکر بار بار کیوں کرتے ہیں۔ اس واسطے
جس چیز اللہ تعالیٰ بڑی حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے ہیں اُبرئ الاکمہ والابرص اصلی

حضور پاک ﷺ اللہ کے پیارے رسول ٹوٹے پاؤں کو بھی ٹھیک کر دیتے ہیں۔ بیماروں کو تندرست کر دیتے ہیں۔ پھونک مارتے ہیں مریض ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

ایک صحابی ایک حضور کے گستاخ کو مار کر لوٹ رہے تھے۔ ان کا ایک پیر ٹانگ ٹوٹ گئی دستار اتاری، باندھ کے حضور کے پاس۔ عرض کی آقا۔ میں نے آپ کے گستاخ کو واصل جہنم کیا ہے۔ میرے آقا نے یہ نہیں فرمایا میرے صحابی میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ میں تو کچھ دے نہیں سکتا۔ میرے آقا ﷺ نے اپنا ہاتھ پھیرا۔ تو صحابی کی ٹانگ بالکل درست ہو گئی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنگ احد کے اندر دشمن نے نشانہ مارا ہے صحابی کی آنکھ گال میں پیوست ہو گئی۔ آنکھ نکل ہی گئی۔ لے کر حضرت قتادہ حضور کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ، رحمتوں کے چہرے والے۔ حسن و جمال والے کائنات کے بادشاہ، امت کے غمخوار لجپال سخی آقا۔ میرا کل ایمان یہ میری آنکھ کا دیدار ہے، چھین ڈالا۔ آنکھ نکل گئی ہے۔ دشمن نے آنکھ نکال لی ہے۔ میرے آقا یہ نہیں فرماتے میرے صحابی میرے پاس کیا لینے آئے ہو۔ میں تو تم جیسا ہوں۔ میں تو کچھ نہیں دے سکتا۔ میرے آقا نے فرمایا صحابی جنت حاصل کرنی ہے۔ یا آنکھ حاصل کرنی ہے۔ عرض کی میرے آقا میرا حرف آنکھ کا دلایا ہی۔ اب جنت میں لوں گا اور آنکھ بھی لوں گا۔

یہ جنت ہم رسول اللہ کے ساتھ جنت رسول اللہ کی

جو حضور کا غلام بن جاتا ہے اس کو جنت مل جاتی ہے۔ من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ
یہ مسئلہ محدثین فرماتے ہیں جو آدمی کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے صدق دل سے حضور کو مان لیتا
ہے حضور کا غلام بن جاتا ہے۔ حضور کا تابعدار وفادار بن جاتا ہے۔ جانثار بن جاتا ہے
مطیع بن جاتا ہے فدخل الجنۃ

ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

جناب قتادہ حضور کے پاس آئے ہیں میرے آقا دو عالم فرماتے ہیں۔ میرے پاس کیوں
آئے ہیں کسی اور کے پاس چلے جا۔ کسی حکیم کے پاس جا۔ کسی طبیب کسی معالج کے پاس جا۔ میرے
آقا فرماتے ہیں [illegible]
مشرکین کو دکھانے والا ہوں۔ حضور شرک کو مٹانے والے ہیں۔ جو غیر اللہ کے پاس جانا شرک
ہوتا۔ ناجائز ہوتا۔ حرام ہوتا۔ میرے آقا شرک کے مٹانے والے ہیں حضور فرماتے جاؤ
میں تو غیر ہوں۔ میرے پاس کیوں آئے ہو۔ میرے دروازے پہ کیوں آئے ہو۔ یہ غیر کا
دروازہ ہے یہاں کیوں آتا ہے۔ بلکہ رب تعالیٰ خود ارشاد فرما رہا ہے۔ ولو انہم
اذ ظلموا انفسہم جاءوک۔ کوئی مجرم گنہگار پاپی خطا کار سیاہ کار بیمار

شہر سے معطر ہو کے ہم آ جا گئے۔ کیونکہ یہ شہر اور ادارہ میرا دروازہ ہے۔

برہان کا ایک منفی دلیل۔ ایک شرح برہان کا معجزہ۔ مدینے کے تاجر نے ذلیل
میرے صحابی سے آپ کو حاصل کرتی ہے۔ یا جنت حاصل کرتی ہے۔ یا ایسا جنت کا طالب
میں نے پیش کیا۔ کملی والے اس لیے آیا ہوں۔ جنت بھی لوں گا۔ اور آپ کو بھی لوں گا
میرے آقا نے ہاتھ لگایا۔ سرکار نے آپ کو اٹھوایا۔ صحابی خدا کی قسم کھا کے
کہتا ہے جو آپ حضور نے درخت کی جیسی آواز سے زیادہ مشہور ہو گا۔
یہ خدا کی قدرت بھی ہے۔ اور میرے نبی پاک کا معجزہ بھی ہے۔

میرے نبی پاک ص کا ہاتھ پاک معجزہ ہے۔ میرے نبی پاک روشنی سے نوازنے
والے ہیں۔ جس چیز کے اندر روح نہیں جان نہیں۔ اس میں روح ڈال دیتے ہیں۔
اس سے بھی اپنا کلمہ پڑھوا لیتے ہیں۔ معجزہ کافر کا ہے۔ کافر کی مٹھی کے اندر
سنگریزے ہیں نگاہ مصطفیٰ اثر کی ہے۔ سچ کا اقرار ہو گیا ہے۔ کافر سے کہہ آیا ہے
یا رسول اللہ۔ بے شک آپ اللہ کے نبی ہیں۔ شان والے ہو۔ غیب کی جانتے ہو۔
تو بتاؤ میرا ہاتھ میں کیا چیز ہے۔ میرے آقا نے فرمایا۔ میں بتاؤں یا خود بول کے
بتائیں۔ معجزہ کافر کا ہے۔ معجزہ غیر کا ہے۔ میرے مصطفیٰ کی نگاہ کرم سے

سرکار نے دنیا کو مٹی جیسی وہ چیز کو دم کرنا سکھا دیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں نبی کے پاس اختیار نہیں۔ میرے نبی کون ہیں

اُنہاں پتھراں نوں کلمہ پڑھا جاندا اے۔

اوہ ہاں بولیاں نوں بدل جاندا اے۔

اوہ ڈنگیاں نوں گلاں کرا جاندا اے۔

اوہ سکیاں کھجوراں اگا جاندا اے۔

میرا نبی سراپا معجزہ بن کے تشریف لائے۔ میرے نبی کی آنکھ بھی معجزہ۔ میرے نبی کا چہرہ بھی معجزہ۔ میرے نبی کا دل بھی معجزہ۔ میرے آقا کے بال بھی معجزہ

اب مسئلہ یہ ہے کہ وہ زندگی بیان کرتا ہوں ختم نہیں ہوگا،

زندگیاں ختم ہو گئیں اور قلم ٹوٹ گئے۔

مگر اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا۔

ایک ایک باب پڑھتا جاؤں خلق مصطفیٰ، حسن مصطفیٰ، علم مصطفیٰ، شان مصطفیٰ، سیرت مصطفیٰ، زندگیاں ختم ہو جائیں گی لیکن ۔

میرا نبی کریم رب کی دلیل بن کے بی بی آمنہ کی گود میں تشریف لائے

اور آنکھیں بند کر کے مراقبے کی صورت سے اور رب تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور مدینے والوں کو یاد کر

کر رہے ہیں ۔

سینے میں سجدہ ہی دائم ہے مدینہ

اس دربار نگاہ کا ادب ہی کرو سلام

آقا اپنی اپنی کہتے پہنچ سرکار آ گئے

جب انسان مر جاتا ہے سارے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں لیکن کملی والا آ جاتا ہے

لوکاں مینوں آن ڈرایا ۔ تے میرا وارث قبر دا ہی کالی ۔

ایتھے اس نے آنا جس دی صورت کملی کالی ۔

میرے آقا بڑے مہربان ہیں لجپال ہیں ۔ سارے سہارے ختم ہو جاتے ہیں

مدینے کا ہی سہارا اس وقت آ جاتا ہے

تے جہڑے کیتے سن مراں گے نال لبڑے تے اجے ادیکاں ماہی یار یاراں دی

جنہاں نوں قدرت سن رات دن اجے ادیکاں دی یار یاراں جار یاں نہیں ۔

جدوں چمن اندر خزاں نے ڈال کو سامنے دیکھی اڈ گئے سارے یار یاں [illegible]

اس نوں سنگیاں ساتھوں اک مکان [illegible] جنہاں بولے تے یار یاں نہیں ۔

مجھ سا کوئی ہو گا نہ گنہگار سارے محشر میں پہنچا ہوا بارہ ماہ میں

میرے جیسا نہیں ہے بے باک جہاں میں

سرکار

اب تو لے چلیں گے پیغمبر تشریف لا کے

اتنا مت جلدی میں کہا ہے ذرا ہوش جا کے

العقد و تجرید

ساری عمر گزر گئی اب تو یہ گور کی

اور آ گئے میری مزار دہ گزشتہ ایام

مجھ سے تو نیک اچھے ہیں میری مزار کے

جب وقت کے بعد میں شانے کی طرح تب ہی میں گنہگار حق علم ہو گیا

اے اللہ میرے کاتب الہی محشر کے دن

فوت کے بعد کلمہ دل جائے گا

اور میرا کوئی دن رہ جائیں گے

سارا محشر کا نقشہ بدل جائے گا

والدین کو اول ماں باپ کو آگاہ عزیزوں کو یاد فرماتے ہیں۔ عمرانہ دل والا ہے

خدا نے بخش دی رحم سے جنت کے دن میں پہنچ گیا

میلاد — مولانا عبدالحمید چشتی

دوستانِ محترم = یہ محافلِ پاک اس دورِ جدید میں اتنی ضروری ہو چکی ہیں۔ آپ دیکھیں ہر طرف گندی آوازیں ہیں۔ گانے کی آواز ہے۔ سینما کی آواز ہے۔ وہی میوزک کی گندی آواز ہے۔ ظاہر ہے گندی آوازوں سے نحوست پھیل رہی ہے۔ بیماریاں پھیل رہی ہیں گھر گھر میں پریشانیاں بے سکونیاں آ رہی ہیں۔ اطمینانِ قلب ختم ہو چکا ہے۔ سکونِ قلب کی دولت معدوم ہے۔ ایسے دور میں۔ ایسی محافل اور زیادہ ضروری ہیں۔ تاکہ قرآن و حدیث کی آواز پہنچے۔ حضور کے ذکر کی آواز پہنچے تو وہ گندی آواز کی نحوست ختم ہو جائے، حضور کے ذکر کی برکت غالب آ جائے۔ اور خدا کی برکت ہمارے گھروں میں آ جائے۔

اور ویسے یہ کوئی عجیب بات بھی نہیں۔ آپ دنیا پہ دیکھیے کہ خوشبو ہوا میں موثر ہوتی ہے۔ آپ گھر تشریف فرما ہیں۔ بادِ صبا آپ تک شاخِ گل معطر کر کے جاتی تو واضح سی بات ہے۔ اگر گلاب و چنبیلی کی خوشبو ہوا میں موثر ہو کے ہمارے مشام کو معطر کر سکتی ہے۔ تو قرآن کی تاثیر بھی ہوا میں موثر ہو کے ہمارے گھروں میں برکت اور رحمت لا سکتی ہے۔

امام الانبیاء کا بڑا عظیم فرمان ہے حضور فرماتے ہیں۔ ادبوا اولادکم علی ثلاث خصال اولاد کو تین چیزیں ضرور سکھایا کرو۔ حضور کون سی۔ فرمایا حب نبیکم۔

وہ جب آپ نے شمیم پر تلاوت القرآن سے اپنے بچوں کو محبت سکھائی۔ اپنے نبی کی آل اولاد کی محبت
سکھائی۔ اور قرآن کی تلاوت سکھاؤ۔ طالب ہے نوجوان۔ جو ہمارے بھائی ہیں۔ ان کے
سامنے حضور کی عظمت بیان ہوگی۔ تو حضور کی محبت دلوں جاگزیں ہوگی۔ قرآن کے
فضائل جب ہم بیان کریں گے تو قرآن کی دلوں میں محبت پیدا ہوگی۔ سرکار کے صحابہ
ازواج مطہرات و آل و اولاد کے فضائل بیان کریں گے تو محبت دلوں میں پیدا ہوگی۔
سرکار کے پاکیزہ فرمان پر عمل پیرا ہو جائے گا۔ دل نور ایمان سے منور جگمگانے لگے
گا۔ قرآن پاک کی میں نے چند آیات پاک کو زیر مضمون بنایا ہے۔ ایک دو احادیث
درود شریف کی۔ ایک دو احادیث توحید کی۔ اور نبی پاک علیہ السلام کے فضائل و کمال کی ایک دو
احادیث۔ حضور کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے جو قرآن پاک اس میں نے جو آیات پاک تلاوت کی اس کا ترجمہ
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذالک فلیفرحوا ہو خیر
محبوب آپ فرما دو۔ کہ اللہ کی رحمت اور اس کا فضل ملے تو چاہیے کہ لوگ خوشی کریں۔
لیفرحوا۔ امر۔ امر کا ادنیٰ درجہ استحباب اور اعلیٰ درجہ وجوب۔
اگر ادنیٰ درجہ بھی لیا جائے۔ تو اللہ کا فضل و رحمت ملنے پر کم از کم خوشی کرنا

مستحب کٹھرتا ہے۔ جو جمع کر رہا ہے وہ اس سے بہتر ہے۔ جو اللہ کا فضل اور رحمت
ملنے پر تم خوش ہو گے۔ اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ کا فضل و رحمت ملنے پر خوشی
کرنی چاہیے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن کریم بہت واضح ہے
اب قرآن ہی سے پوچھ لیتے ہیں کہ اللہ کا فضل کیا۔ اور اللہ کی رحمت کیا ہے۔ تاکہ
بات نکھر کر سامنے آ جائے۔ حدیث پاک کی بات ہو۔ ہو سکتا ہے کوئی ضعیف کہہ دے۔ یا کوئی تفسیر کی
بات ہو ہو سکتا ہے کہ کسی کو کسی مفسر سے اختلاف ہو۔ القرآن یفسر بعضہ
بعضا۔ قرآن کی بعض آیات بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ اور تفسیر کا بنیادی اصول یہی
ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن سے دیکھیں۔ بعد میں حدیث پاک یا اقوال
صحابہ کرام علیہم رضوان۔ اب قرآن شریف سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے
جو حکم دیا ہے۔ کہ اللہ کے فضل اور رحمت ملنے پر خوشی کرو۔ تو قرآن سے پوچھیں اللہ
کے فضل سے کیا مراد ہے۔ اور رحمت سے کیا مراد ہے۔

سبحان اللہ کا معنی ہے اللہ پاک ہے۔ اللہ کی تسبیح ہے تقدیس ہے
جب ہم کہتے ہیں تو سبحان اللہ۔ اللہ پاک ہے۔ ہمارے کہنے سے وہ پاک نہیں ہوتا۔
وہ تو ازلی ابدی پاک ہے۔ سرمدی پاک ہے۔ جب ہم کہتے ہیں اللہ پاک ہے۔

شیخ کا نور یقین کا جلوہ مسیح کی طرف آیا ہے۔ کیا مطلب جس چیز کے ہیں
اللہ پاک سے ہے۔ اللہ فرماتا ہے کہ اے میرے پیارے فرشتے میرے بندوں نے جو بھی
طلب کیا ہے تو فرشتے میں نے طلب ہوا۔ جس جس نے طلب کیا ہے مطابق
اس کا علم کس کس نے ان سب کو عطا کر دیا۔ اور کتنا ہوا ہے پاک پروردگار
اب جو چاہتا ہے کہ کچھ لے کھانا صاف ہو جائے۔ وہ تو کہے۔ جو نہیں چاہتا وہ بے
شک نہ کہے۔ اور مختص آواز ہے السلام

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین وما ناصر
معلوم ہو گیا کہ اے میرے محبوب اصل رحمت تو توں ہی ہے۔ اس شرح میں
کسی کو شک نہیں ہے۔ معلوم ہوا قرآن کی رو سے اللہ کی رحمت
حضور کی ذات ہے

اب قرآن ہی سے پوچھ لیتے ہیں۔ کہ اللہ کا قول کیا ہے اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا ہے یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاہدا۔ دوسرا مبشرا
اے غیب کی خبریں دینے والے۔ نبی کا معنی نباء سے مشتق ہے علماء
نے اس کے آٹھ معنی کئے ہیں۔ مُخبِر، مُخبَر، نَبَا، مُخبِرہ۔

الطریق الواضح۔ الخاتم۔ الصوت المخفی ہے۔ یہ آٹھ معنی نبی کے لغوی ہیں۔
بعض یہ آٹھوں معنے نبی شرعی میں پائے جاتے ہیں۔ پہلا معنی مُخبِر۔ خبر دینے
والا یعنی کہ۔ اللہ کی مُخبَر۔ جس کو خبر دی اللہ کی۔ سارے غیبوں سے بڑی
غیب اللہ کی ذات ہے۔ اور حضور اللہ کی خبر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا۔
تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک۔ یہ غیب کی خبریں ہیں جو آپ
کی طرف ہم وحی فرماتے ہیں۔ اے میرے محبوب غیب کی خبریں دینے والا
انا ارسلناک شاہدا۔ ہم نے آپ کو حاضر ناظر بنا کر بھیجا ہے۔
ومبشرا۔ خوشخبری دینے والا۔ ونذیرا۔ اللہ کے عذاب کا ڈر سنانے
والا۔ وداعیا — وسراجا منیرا۔ اللہ کی طرف اللہ کے حکم سے بلانے
والے۔ اور چمکتا ہوا سورج بنا کر بھیجا ہے یا چمکا دینے والا۔ اللہ تعالیٰ
ارشاد فرماتا۔ ذلک من انبائہ مثال کیلئے میرے محبوب کا نبی بن کے
آنا شاہد بن کے آنا۔ نذیر بن کے آنا۔ داعیا الی اللہ بن کے آنا۔ مبشر بن
کے آنا۔ سراج منیر بن کے آنا۔ مومنوں کیلئے اللہ کا بہت بڑا فضل ہے
اب قرآن کی رو سے ثابت ہوا۔ کہ نبوت کے پانچ ستون۔ نذارت۔ بشارت

دعوت علی الحق۔ سراج منیر الہدیٰ۔ یہ سارے اللہ اوصاف ہیں۔ اس کو بتایا ہے یہ
میرے محبوب ہیں یہ ان کے اوصاف ہیں۔ یہ اللہ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے
تو ہوا کی بات کتنی صاف ہے جس ہستی کے اوصاف اتنے فضل کبیر ہیں۔ اس کی ذات کتنی
فضل کبیر ہو گی۔

میں مریا تے میرے کفن بنا میری میت تے نیر وہان گے
میرے نال محبتاں رکھن والے ہتھیں میری قبر تے مٹیاں پان گے
میں رو آکھیا یار روضے دا کھڑا ہو کے میں کلیاں چھڈ کے جان گے
غیب ہوئی آواز ندا مت گھبرائیں کملی والے تشریف لیان گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ذٰلک بان لہم من اللہ فضل کبیرا۔ اب
میں نے آپ کے سامنے جو آیات مقدسہ پڑھی ہیں۔ آپ ان دونوں آیتوں
کو دیکھ لیں۔ پہلی آیت میں حکم ہوا جس میں نے تلاوت کی تھی۔ اللہ کا فضل اور اللہ
کی رحمت ملنے پر خوشی کرو۔ اور میں نے قرآن سے ہی ثابت کر دکھایا کہ اصل رحمت
نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اصل فضل بھی حضور ہیں۔ اب دونوں آیتوں کو ملا کر اس کے
علاوہ اور کوئی نتیجہ نکل سکتا ہی نہیں۔ کہ اللہ فرماتا ہے کہ میرے محبوب کی آمد

یہ جشن منایا کرو۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ قرآن سے بات ہوگئی کہ
کون سے جو قرآن کی آیت کا انکار کرے۔ لیکن حضرت بات یہ ہے کہ نبی ﷺ
جس سال حضور کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس سال مخلوق نے بھی خوشیاں
منائیں۔ اور خالق نے بھی خوشیاں منائیں۔ واضح سی بات ہے کہ جانور ایک
دوسرے کو خوشخبریاں دے رہے ہیں۔ وحشی جانور، چرند پرند یہ سب کے
خوش تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص انتظام فرمایا۔ فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی کہ
حضرت آمنہ۔ طیبہ طاہرہ سیدہ عفیفہ کا شہزادہ کہ جن کے دامن مبارک سے
آسمان دنیا تک چراغاں کر کے نور سے بھر جاؤ۔ جھنڈے گاڑ دو۔ میرے محبوب پر
درود و سلام پڑھو۔ جبرائیل امین نے جھنڈے لگائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کے
رحم میں بچہ ہیں۔ اس کو بخش دو۔ بجائے لڑکی دینے کے لڑکا عطا فرمایا
اور اس سال ہریالی اور خوشحالی کا اندازہ ہی کوئی نہیں۔ لوگوں نے اس
سال کا نام فتح اور خوشحالی کا سال رکھا۔ یہ ٹھیک ہے قریشی صاحب بات
ہو جاتی ہے قرآن کی۔ کہ چلو اس وقت حضور پیدا ہوئے سب نے خوشیاں
منائیں۔ اب حضور ہر سال تو پیدا نہیں ہوتے۔ تم ہر سال خوشی کیوں منا رہے ہو

سرکار کی ولادت باسعادت تو ہر لمحہ باعث برکت ہو گی۔ اب یہ آئے سال ہر سال خوشی منانا میں نے کہا اس کا جواب کیں قرآن سے ہی لیتے ہیں۔ جیسے شان قرآن۔ تعمیر بیان قرآن۔ جیسے قرآن کی شان سنیں۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں۔ اذا قرآن کا قاری جب قرآن پڑھتا ہے۔ تو اختتام منزل پہ جبریل آ کر اس قاری کا ماتھا چوم لیتا ہے۔ خدا کرے پیارے بچے بچیوں کو قرآن پڑھنا نصیب ہو جائے۔ ہمیں بھی قرآن پڑھنا نصیب ہو جائے

امام الانبیاء فرماتے ہیں۔ دوائے قلب خمسہ۔ پانچ چیزوں سے دل کا علاج کیا کرو۔ ہارٹ کا مریض ہو جائے۔ اسے حالی بتا دیا ہے۔ دل کا مریض ہو جانا سرکار نے اس کا علاج ارشاد فرمایا ہے۔ اچھے پانچ رکھا۔ یہ علم ڈاکٹر کا علاج ختم ہو جاتا ہے۔ کالی والے کا علاج یقینی ہے۔ کہ رحمت الہی ہے دوائے قلب خمسہ۔ پانچ چیزوں سے دل کا علاج کرو۔ حضور کو مشیر فرمایا۔ پہلی دوا قرآن بالتدبر پڑھنا۔ یعنی تو سمجھ کے قرآن پڑھنا۔ کھانا کم کھانا۔ زیادہ کھانے سے دل مردہ نہ کیا کرو۔ قیام اللیل۔ تہجد شریف پڑھنا۔ سحر کے وقت اٹھ کر عاجزی انکساری کرنا۔ نیکوں کی صحبت

بیٹھتا۔ حضور فرماتے ہیں۔ یہ پانچ کام ختم کرلو۔ تمہارے دل کا چین بنی پاک تمہارے دل کا ضامن ہو۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر۔ سوال کیا گیا حضور پر ہوا تو نہیں ہوتے تم ہر سال خوشی کیوں مناتے ہو۔ اس کا جواب قرآن مجید دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا۔ ہم نے لیلۃ القدر میں قرآن کو نازل کیا۔ ما ادراک ارشاد۔ محبوب آپ اپنی عقل سے نہیں جانتے کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے آپ تو اللہ کی وحی سے جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔ علم کی نفی نہیں ہے ادراک کی نفی ہے۔ اگلی بات جو موضوع سے متعلق ہے۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر۔ لیلۃ القدر تو ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ ہزار کے قراءت تشریف فرما ہو۔ قرآن تو شب قدر میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر ایک ہی مرتبہ نازل ہوا۔ ایک ہی رات میں۔ پھر بیت العزت سے بیت الارض میں 23 سال کے عرصے میں تھوڑا تھوڑا حضور کی خدمت میں جبرائیل پیش کرتے رہے۔ اب ظاہر ہے کہ قرآن تو ایک ہی مرتبہ شب قدر میں نازل ہو کر رہتا دیت تک شب قدر کو ہزار مہینوں سے افضل کر گیا۔ ہر شب قدر

میں ہر سال نازل نہیں ہوتا۔ قیامت تک ایک مرتبہ نازل ہو کر شب قدر کو افضل کر گیا
کملی والے کی ولادت باسعادت کو رنگین کر گئی ایک ہی رات میں ایسے دو وقت
میں ہوتی۔ لیکن جب بھی وہ رات آئے گی وہی برکتیں لے کر آئے گی۔ جو اس
وقت لے کر آئی تھی۔ ایک شعر یاد آگیا ہے۔

ہے آج میلاد نبی ہے کیا سہانا نور ہے۔
آگیا وہ نور والا جس کا سارا نور ہے۔

اب سنیے۔ ایک قول۔ حضرت ابن جوزی کا قول ہے۔ ہر بڑا ازکات جشن
کا صدقہ ہے۔ اور آج سے کم و بیش چودہ سو صدیوں سے کا حدیث ہے
جب کوثر کی ندیاں فرشتے نہیں تھے۔ اس وقت کا یہ مفہوم حدیث ہے۔ کیا گیا ہے
ہمیشہ سے اہل اسلام۔ یعنی مکہ والے۔ مدینے والے۔ یمن والے۔ شام والے مصر کے
اور ترکیہ تمام بڑے گا سب شہر الا بلاد والمشرق والمغرب۔ یعنی مشرق و مغرب
والے تمام ممالک والے ہمیشہ سے حضور کی محفل میلاد مناتے آئے ہیں۔ جاری
کیا ہے۔ فیہ الزرق کثرۃ الامثال والاصحاب والاشفاق والاحسان والسکون
والثواب والمسرۃ والامداد والاشتیاق۔ حضور کا میلاد منانے سے رزق میں

برکت ہوتی ہے۔ مال میں برکت ہوتی ہے۔ ہوتے ہی رحمت یعنی جنتی بندے کی زندگی کا ذریعہ بنتی ہے۔ کہ بندہ اپنے ہر قدم پہ چلتے ہی دیکھتا ہے۔ گولڑہ شریف دارالامان۔ امن و امان آ جاتا ہے۔ دار السرور دار القرار۔ سکون اور قرار آ جاتا ہے۔ دارالسرور دار البشارت دار الامان ہوتے ہیں۔ کمروں میں گھروں میں گھروں میں محلوں میں جہاں تک حضور کے ذکر کی آواز جاتی ہے۔ رحمت برکت اور امن و امان۔

امام جلال الدین سیوطی۔ امن و امان کے متعلق فرماتے ہیں وقد جرب ذالک۔ ہم نے تو اس کا تجربہ کیا ہے۔ جہاں حضور کا میلاد ہو جائے وہ جگہ پورا سال امن و سکون کے ساتھ رہتی ہے۔ امام جلال الدین کو شاذلی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ان کو ہر روز جاگتے ہوئے حضور کا دیدار نصیب ہو جاتا تھا۔ یہ بات اسی شیخ صاحب کے متعلق لکھی۔ امام جلال الدین سیوطی کے متعلق لکھا ہے 72 مرتبہ جاگتے ہوئے حضور کا دیدار کیا تھا۔ جو اللہ کو دیکھتوں کا حاصل کہہ دیا ہے۔ کہ الحمد اللہ اس بات کا تجربہ ہے۔ جہاں سرکار کا میلاد ہو جائے۔ وہ جگہ تمام سال امن و سلامتی کا گہوارہ بن جاتا

سے۔ شیخ محدث دہلوی کے متعلق احمد رضا لکھتے ہیں۔ تبرکات المدینہ یا برکات الرسول کی
دیوار پر لکھا ہے کہ یہ حضور ﷺ کی برکت کی یادگار اس دیوار پر منقش ہیں۔ اور تھانوی صاحب
نے لکھا ہے۔ اس کو کہ گئے ہیں کہ یہ ہر روز حضور کا دیدار نصیب ہو جاتا تھا۔ اور ایسے
عالم کو حضور ﷺ کا عالم کہتے ہیں۔ کہ جو ہر وقت حضور کی حضوری میں رہتے
یہ شیخ صاحب حضوری کا عالم تو مجبوری نہیں کر سکتا۔ وہ کیا فرماتے ہیں کہ
اخبار الاخیار شریف۔ جو انہوں نے ولیوں کی ذکر کی کتاب لکھی ہے۔ خاتمہ میں لکھی
اور شروع میں لکھا ہے۔ آخر میں وہ دعا آج بھی چھپی ہوئی ہے۔ جو شیخ صاحب
نے اللہ کے حضور کی تھی۔ ولیوں کا ذکر کرنے کے بعد۔ دعا کرتے ہیں۔ اے اللہ یہ بندہ
عمر کو خوش نہ کر سکا ہوں لیکن ہو سکتا ہے کہ یہ نیکی ہونے کی وجہ سے رد
ہو جائیں۔ ایک نیکی میں نے ایسی کی ہے جس کی وجہ سے رد نہیں فرمایا جائے گا
وہ یہ ہے کہ میں تیرے حبیب کا دامن ہر وقت تھامتا رہا کرتا ہوں کہ
ہر کوئی سلام پڑھا کرتا تھا۔ تجھے تیرے محبوب کا واسطہ ہے میرے گناہوں کو
معاف فرما۔ سلام ہوا۔ سلام اور درود کا واسطہ ایسا ہے۔ جو کبھی رد نہیں ہوتا
یہ یقینی۔ اس لیے ہم محبوب کا ذکر کرتے ہیں۔ اللہ کو محبوب کا ذکر ہی محبوب ہے اپنے محبوب

کسی ذکر کو رد کرنا ہی نہیں۔ آگلی بات کرنے سے پہلے ایک سادہ سی بات کہہ جاؤں
اتنی سی سادہ سی نہیں ہے۔ بڑی عجیب بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ~~علی~~ چاند
دیکھنے گئے۔ میں نے کہا گئے تو نہیں۔

سے چاند پہ پہنچنا ~~بڑی بات نہیں~~ بڑی حقیقت سہی۔

پر چاند کو دو ٹکڑے کرنا بڑی بات ہے

میں دعا کرتا ہوں جس کی آواز بلند ہو جائے۔ اس کو مدینے پاک کا پیغام نصیب
ہو جائے۔ سقو۔ آپ کی کسی نے چاند کو ربط گر جائے۔ زلزلہ
ڈگمگا رہا ہے۔ بادل سے لگتا ہے کہ رابطہ کو توڑ کر کون توڑ دے۔ کرے اہم
نبوت جو نہ کبھی ہوگا۔ کیوں توڑا ہے۔ اللہ والے پر قربان جائیں۔
کائنات کا رابطہ توڑ دیا۔ رب نے پوچھا ہی کیا تھا کیوں توڑا ہے۔ فرمایا تم تو
جب میں تم سے حساب کتاب کہتے۔ توڑ رہا تھا جوڑ دو۔ جب جوڑ
دینے لگا حرام حلال۔ شریک مانتے ہو۔ میں نے کہا شریک مانتا
میں گنا بخشے گا نہیں۔ ہم کیوں شریک مانیں۔ ہم نے جب مانتے ہیں۔
اور جب کا معنی ہوتا ہے محبت ہے جب ہا۔ میں بلا پڑا اور ہوا سب کچھ

یہی شرف ہمیں کیا فردوس پہ سبقت ماننے کی۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں

پنجۂ او پنجۂ حق می شود

مہ از شق می شود

قرآن و حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی عجیب ہے۔ دنیا بار اس

پورے پنجے کی شان کون بیان کر سکتا ہے۔ جس کی ایک انگلی کا اشارہ

چاند کے دو ٹکڑے کر دے۔ اور جس ہاتھ کی ایک انگلی کی طاقت چاند کو دو ٹکڑے

کر دیں۔ پھر اس ہاتھ کی شان کتنی بلند ہوگی۔ ہو کر براق کا جواب بھی بڑے عجیب

طریقے سے ہے۔ کہ لوگ حیران رہ گیا ہوا۔ علامہ اقبال اس بات کو کہتے تو حالانکہ بڑی

بات کرتا ہے۔ فرماتے ہیں

محمد کے وجود میں ہر ہر حسن بھی ہے عشق۔

صرف قابل ہی ہے عاشق جو حسن کا ہے عشق۔

اور چونکہ جب حسن بھی عشق کا انداز ہے۔ کیونکہ ایک جگہ فرماتے ہیں

فرماتے ہیں کہ عشق کوئی دیا۔ جس نے حیدر کی روٹی کھا کر خیبر کا دروازہ

توڑ دیا

Scanned with CamScanner

بلکہ روایات میں لکھا ہے۔ حضرت علی چبا رہے ہیں سوکھے ٹکڑے۔ طاقت لگ رہی ہے
ایک خادم نے کہا۔ حضرت کمال ہے یہ خیبر کا دروازہ جس کو چالیس آدمی مل کر
اٹھا نہ سکے آپ ایک ہاتھ سے اٹھا کر پھینک رہے ہیں۔ آج ٹکڑے سے نہیں کھا
جا رہے۔ فرمایا۔ یہاں میری طاقت لگ رہی ہے۔ وہاں کملی والے کی طاقت لگی
علامہ اقبال فرماتے۔

تمام کیا تھا رکوع سے جب کیا شروع سجود کو
تیرے نقش پا کی تلاش تھی میں جھکا رہا نماز میں۔

علامہ فرماتے ہیں مجھے رکوع سجود کا پتہ نہیں تھا۔ میں تو یہ دیکھ
رہا تھا کہ سوہنا پڑا نقش پاک کہاں کہاں لگا ہوا ہے۔
موضوع سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن موضوع حضور کا ہی کمال ہے۔
ایک حدیث میں سنی سرکار نے سورۃ فاتحہ کے متعلق ارشاد
کو زیارت نصیب فرمائے۔

سیدہ طیبہ طاہرہ راشدہ عابدہ مرشدہ کریمہ سخیہ جوادہ ام المومنین
عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا بنت صدیق رضی اللہ عنہ۔ سرکار نے فرمایا

اے عائشہ جی حضور نے فرمایا میرے غلام میرے مدینہ پاک میں آجائیں گے اور اتنے
آجائیں گے۔ میرا مدینہ میرے غلاموں سے بھر جائے گا۔ جس طرح انار دانوں سے
بھر جاتا ہے۔ یہ بتاؤ۔ اس وقت اکثریت کیا ہوگی۔ مسجد کے کمروں میں قربان
جائیں۔ سیدہ نے مسئلہ بھی حل کرا دیا۔ حضور اتنے جو ساری دنیا سے حضور
کے غلام آجائیں گے مدینے کے بازار گلیاں حضور کے غلاموں سے بھر جائیں گے۔
وہ کہاں رہیں گے کیا؟ ہے۔ امام الانبیاء نے فرمایا۔ میرے سونے مدینے
میں آنے والوں میں سے غلاموں کو اللہ۔ اور پھر سے سمیٹ دے۔ نیچے سے
دے گا۔ فرمایا جنت کی نعمتیں بھی میرے غلاموں کو اللہ دے گا۔
مسئلے کی توحید مسیحا بعث فرمائیں۔ توحید کا معنی کیا ہے۔ توحید کا
معنی ہے۔ خدا کو ایک ماننا۔ اور ماننا اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب
تک جانا نہ ہو۔ اصول ہے اسی لیے۔ کہ شعور اور تصدیق کیجیے علماء مشتمین
جانو گے تو تصدیق کرو گے۔ معلوم ہوا اس وقت تک خدا کو مان نہیں
سکتے۔ جب تک پہلے جانیں نہیں۔ اب جانیں کیسے۔ جاننے کا ذریعہ کیا
شرح عقائد درس نظامی کی ایک مشہور کتاب ہے علم موقوف ہے
ہے۔

دورہ حدیث کا داخلہ نہیں ملتا جب تک شرح عقائد نہ پڑھ لیں۔ فرماتے ہیں
اسباب العلم للخلق ثلاثۃ مخلوق کے علم کے سبب تین ہیں۔ العقل،
والحواس السلیمۃ، والخبر الصادق = دیکھ کر، سن کر، چکھ کر،
سونگھ کر، چھو کر — یہ الحواس سلیمہ کہلاتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ وہ بے لا
معدود، اس سے تو یہ نہیں مل سکتا۔ یہ دو طریقے تو اللہ کا علم نہیں
دے سکتے۔ یہی وجہ ہے جو عقل کے ذریعے سے پہچاننے لگے وہ بھٹک گئے
کوئی پتھر پوجنے پڑ گیا، کوئی سورج پوجنے پڑ گیا، کوئی درخت پوجنے پڑ گیا
خدا ایک وہی ہے جنہوں نے کلمہ والے کا راستہ دیا۔ بات ہے تیسری
والخبر الصادق = اس کے ذریعے خدا تک رسائی ممکن ہے۔ خبر صادق ملتا
ہے کلمہ والے سے۔ پس کتنا ہی صفدر کے بغیر خدا تک رسائی ممکن ہی
نہیں ہے۔ بس مردوں نے شتروں نے تدریس کی تو کیا بعد
فقط دل کے گوشے سے خیال مصطفیٰ نکلا

تفسیر بیضاوی شریف۔ متن حاشیہ۔ اقوال قال ربک للملٰئکۃ
اس کے گرد علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ اللہ نے جو اپنا نائب بنایا

سب سے بڑی اللہ کے خلیفے ہیں اور حضور اللہ کے خلیفہ اعظم ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ
بنا دیا کیوں۔ اس لیے کہ بشر فرشتوں سے افضل خلیفہ بنایا ہے۔ یا تو کسی اپنے اوّل
کی صورت سے دور معلوم ہو۔ یا اس لیے کہ اصل کا جز ہوتا ہے سارا کام کر نہیں
سکتا۔ یا اصل کی کوشش ہوتی ہے کہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جاؤں گا تو
میرا نائب میرا کام چلاتا رہے گا۔ [illegible] اللہ تعالیٰ
ان تینوں عیبوں سے پاک ہے۔ اور جس نے [illegible] بنایا وہ صورت سے
بھی پاک ہے۔ جگہ سے بھی پاک ہے۔ ایک جگہ میں ہے دوسری جگہ نہیں ہو
اس سے بھی پاک ہے۔ وہ تو ہر جگہ ہے۔ جس طرح [illegible] کہیں سے
جگہ دکھائی دے وہاں بھی ہے۔ دل کا کوئی حصہ کی کوئی بات نہیں۔ اسی دل
میں ہے۔ ایک جی نے سوال کیا کہ حضرت غوث اللہ کہاں
ہے۔ مسکرا کر [illegible] لکھا دو۔ اپنے بندوں کے دلوں میں
ایسے بات میں نہیں ایک جگہ ہو اور دوسری جگہ نہ ہو۔ [illegible]
[illegible] ہر جگہ [illegible]۔ آپ [illegible]
[illegible]

یعنی نہ نبوت والی وجہ یہاں ممکن۔ نہ تجرد والی وجہ ممکن ہے۔ جب یہ دونوں وجہ ممکن
نہیں ہیں۔ تو اب اس نے ترکیب بنا دیا کیوں۔ کمال کر دیا۔ فرماتے ہیں۔ خلیفہ
اس کا تھا۔ جس درست نہیں کہتی۔ وہ تو ترکیب کا تقاضا نہیں یعنی فرد شتی
کیوں۔ وہ یہ حیثیت التقدس میں ہے ہم میں حیثیت التنزل میں
اس کی بلندیوں کی انتہا نہیں۔ ہماری پستیوں کی انتہا نہیں
اس کی اونچائی کی حد کوئی نہیں۔ جو بہت نیچا ہو۔ جو بہت اونچے کو
ملتا جاتا ہے۔ درمیان میں واسطہ ہونا چاہیے جس کا ادھر بھی تعلق ہو
ادھر بھی تعلق ہو۔ ادھر تعلق نہ ہو۔ لے نہیں سکتا۔ ادھر تعلق
نہ ہو۔ دے نہیں سکتا۔ نورانیت کی انتہا ہے بشریت ابتدا ہے۔ نورانیت
اس لیے نور سے لیتا ہے۔ بشریت اس لیے بشر ونرکو دیتا ہے۔ نور نہ
ہو تو لے نہیں سکتا۔ بشر نہ ہو۔ تو دوسروں کو دے نہیں سکتا
قاضی بیضاوی کے تذکرے ہے۔ کہ نبی کے لیے ضروری ہے۔ دو جہتیں ہیں
نبی کی۔ ایک جہت ہے ادھر واسطے۔ ایک جہت ہے ادھر واسطے۔ بلکہ تعلق
دو ہے۔ ایک عظیم مثال دی ہے۔ فرماتے ہیں یہ ہڈی کا ہے۔ جب تک

کہ خوشی کا فقدان نہ چلے۔ یہ نشو و نما نہیں پا سکتی۔ [illegible] خوشی کو رگوں میں جو کی

میں چھپا ہے۔ ہڈی کو خون کو کیسے حاصل کرتا ہے۔ فرماتے ہیں اور [illegible]

ہر ہڈی کے سر سے ہے ایک [illegible] جس کو چپکنی [illegible] کہتے ہیں۔ جو ایسی ہڈی

پیدا کر دیتی ہے جو گوشت میں گوشت ہے۔ ہڈی میں ہڈی۔ گوشت کے

سے تو جو تعلق ہے ہڈی کے ساتھ وہ بھی تعلق ہے۔ گوشت سے [illegible] خون

کا رشتہ ہے۔ ہڈی کو دیکھو ہے۔ فرماتے ہیں [illegible] تشبیہ و تمثیل اس

طرح [illegible] اور [illegible] تعلق ہے۔ [illegible] ادھر تعلق ہے۔

[illegible] کے [illegible] اور [illegible] گوشت سے [illegible] دل کی [illegible] ہے

[illegible] بیان کرتا ہے جس نے کہا قرآن میں۔ [illegible] قرآن [illegible]

ایمان تازہ کرتا ہے۔ [illegible] نے [illegible] سے فرمایا۔ [illegible]

[illegible] کے سوا کوئی معبود نہیں۔ [illegible] فرمایا

[illegible] فرمایا [illegible] افکار [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] سے [illegible]

[illegible] افکار [illegible] [illegible]

[illegible]

سے ثبوت کی دلیل مانگ رہے ہیں۔ وہ آدمی بھی کیا رہے۔ حضور اپنی ذات کو پیش
کر رہے ہیں۔ فرمایا مجھے دیکھو۔ تم نے میرا بچپن بھی دیکھا۔ تم نے میری عمر کے
تقاضے دیکھے۔ جوانی دیکھی۔ قبل از اس چالیس سالہ زندگی میں۔ زندگی کے
اس طویل دور میں۔ کبھی کوئی کمزوری نظر آتی ہے۔ کوئی عیب نقص نظر آتا
ہے۔ فرمایا بس کوئی کمی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ غور کرو زندگی تو
بندہ ۱۵ پندرہ کے سامنے پیش کرتا ہے۔ پر نہیں ہو سکتا کہ عمر بھر دن کے ساتھ
نبھا کرے۔ جتنا بھی نیک رہے خوف ہوا۔ زندگی پیش نہیں کر سکتا۔
سر نیچا عمر بھر دن کے سامنے اپنی زندگی پیش نہ کی۔ لیکن جو بات قابل
توجہ ہے۔ کہ نبی پاک کے اعلان نبوت کا پہلے چالیس سالہ دور میں کوئی
عیب نظر نہیں آتا۔ تو ماننا پڑے گا جس نبی کے پہلے چالیس سال کے
دور میں کوئی عیب نہیں تو چالیس سال کے بعد میں کوئی عیب نہیں
ہے

(مسلمانوں کا بات [illegible])

حضورؐ کا اسم گرامی محمدؐ کیوں

(طاہر القادری)

محمد کا لفظ اتنا پیارا اور حسین ہے کہ اس کے سنتے ہی ہر نگاہ فرط ادب سے جھک جاتی ہے اور ہر سر خم ہو جاتا ہے۔ اور زبانوں پہ درود و سلام کے زمزمے جاری ہو جاتے ہیں۔ لیکن کم لوگ جانتے ہیں کہ اس لفظ کا معنی و مفہوم بھی اس کے ظاہر کی طرح حسین اور دل آویز ہے۔

لغوی محمد "حمد" سے مشتق ہے محمد کے معنی تعریف اور ثنا بیان کرنے کے ہیں۔ خواہ یہ تعریف کسی ظاہری خوبی کی وجہ سے کی جائے یا کسی باطنی وصف کی بنا پر۔ تعریف کا مضمون ادا کرنے کے لیے شکر کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ مگر شکر اور حمد میں فرق ہے۔ شکر سے مراد وہ تعریف ہے جو کسی کے احسان کا تذکرہ کرتے ہوئے کی جائے۔ اور حمد سے مراد مطلق تعریف و توصیف ہے۔ جو ممدوح کی عظمت و کبریائی کو مد نظر رکھتے ہوئے کی جائے۔ لفظ محمد اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اس سے مراد ہے۔ وہ ذات جس کی کثرت کے ساتھ اور بار بار تعریف کی جائے۔

امام راغب الاصفہانی لفظ محمد کا مفہوم بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اور محمدؐ اسے کہتے ہیں۔ جس کی قابل تعریف عادات حد سے بڑھ جائیں۔ المفردات

قرآن کریم میں لفظ محمد کا ذکر چار مقامات پہ آیا ہے۔

سورۃ فتح میں ارشاد ہے۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ الفتح 48-29

سورۂ محمد میں ارشاد ہے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اور اس
پر ایمان لائے جو حضرت محمد پر نازل کیا گیا ہے۔ سورۂ آل عمران میں ہے اور محمدؐ
تو اللہ کے رسول ہی ہیں۔ آل عمران 3 - 143۔ سورۂ الاحزاب میں ہے محمد
تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ یوں تو حضور
نبی اکرمؐ کے متعدد اسمائے گرامی ہیں۔ بعض محدثین کے مطابق اللہ رب العزت
نے سرورِ کائنات کو ننانوے ناموں سے نوازا ہے۔ جبکہ بعض کے بقول آپ
کے اسمائے مبارکہ تین سو ہیں۔ صاحب ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کہتے
ہیں کہ حضور نبی کریمؐ کے ایک ہزار نام ہیں۔ ان میں سے ہر نام آپ کی سیرت
و کردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔ لیکن جس طرح اللہ رب
العزت کے ہزاروں نام ہیں۔ مگر ذاتی نام صرف ایک یعنی اللہ ہے اسی طرح سرورِ
کائناتؐ کے بھی سینکڑوں نام ہونے کے باوجود ذاتی اسم گرامی نام ایک ہی
ہے۔ اور وہ محمد ہے۔ اسم محمد کا ہر حرف با معنی ہے۔

الفاظ مجموعہ حروف ہوتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک حرف کو حذف کر دیا جائے
تو بقیہ حروف اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔ مثلاً طاہر ایک با معنی لفظ ہے۔ اور ط
ا ہ ر ۔ کا مجموعہ ہے اگر ان حروف میں پہلے حرف ط کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ

حروف ادھر بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس کاٹنے سے تو لفظ اللہ اور محمد مستثنیٰ
ہیں۔ اگر لفظ اللہ میں سے پہلا حرف (الف) کم کر دیا جائے۔ تو باقی لِلّٰہ رہ جاتا
ہے۔ جس کا مطلب ہے۔ اللہ کے لئے۔ اور اگر دوسرا حرف (لام) ہٹا دیا جائے تو باقی اِلٰہ
رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب ہے معبود۔ اور اگر (الف) اور لام دونوں کو الگ کر دیا جائے
تو باقی لَہٗ رہ جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہی۔ اللہ کے لئے ہے۔ اگر (دوسرا لام) کو بھی
ہٹا دیا جائے۔ تو ھُو رہ جاتا ہے۔ جس کا معنی ہے وہی اور وہ اللہ ہے۔
یہی حال لفظ محمد کا ہے ہر حرف بامقصد اور بامعنی ہے اگر پہلا حرف
کا (میم) ہٹا دیا جائے۔ تو حمد رہ جاتا ہے جس کا مفہوم تعریف و توصیف
ہے اور اگر حرف ح کو کم کر دیا جائے۔ تو مد رہ جاتا ہے۔ یعنی مدد کرنے
والا۔ اگر ابتدائی م اور ح دونوں کو حذف کر دیا جائے تو باقی مد
رہ جائے گا۔ جس کا مفہوم ہے۔ دراز اور بلند۔ یہ حضور کی عظمت اور
رفعت کی جانب اشارہ ہے۔ اور اگر دوسرا میم کو بھی ہٹا دیا جائے۔ تو حرف
(د) رہ جاتا ہے جس کا مفہوم ہے دلالت کرنے والا یعنی اسم محمد اللہ کے
وجود اور وحدانیت پر دال ہے۔ محمد اور احمد حضور کے دو ذاتی نام ہیں

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور نبی کریم کے صفاتی نام تو بے شمار ہیں مگر
آپ کے ذاتی نام صرف دو ہیں۔ محمدؐ اور احمدؐ۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ زمین
پر میرا نام محمد اور آسمان پر احمد ہے۔ احمد کا ذکر قرآن مجید میں صرف ایک جگہ پر
آیا ہے۔

حضرت عیسیٰ اپنی قوم کو حضور کی آمد سے آگاہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والا ہے۔ اسؐ کا اسم مبارک احمد ہوگا۔ میں ان
کی بشارت دینے والا ہوں۔ صف ۶۱:۶۔

یہاں یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم کے مذکورہ بالا ارشاد کے مطابق
زمین پر آپ کا نام مبارک محمد اور آسمان پر احمد ہے جبکہ حضرت عیسیٰ نے حضورؐ
کی آمد کی خبر زمین والوں کو سنائی تھی نہ کہ آسمان والوں کو لہٰذا انہیں اس موقع
پر زمین والے نام محمدؐ کا ذکر کرنا چاہیے تھا۔ اس اشکال کا منطقی جواب
یہ ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ گو زمین پر پیدا ہوئے۔ زمین والوں میں رہے۔ اور
یہیں زندگی بسر کی۔ مگر فی الواقع ان کی پیدائش سے لے کر رفع آسمانی تک ان کے
بیشتر احوال آسمان والوں سے مشابہ تھے۔ ان کی پیدائش مروجہ انسانی

انسانی طریقے سے ہٹ کر ہوئی۔

آسمان کے ایک جلیل القدر فرشتے حضرت جبرائیل تشریف لائے۔ اور سیدہ مریم کے دامن پر پھونک ماری اس کے اثر سے ان کی پیدائش ہوئی۔ پھر مخصوص عرصہ زندگی بسر کرنے کے بعد دوبارہ ان کا آسمان پر عروج ہو گیا۔ گویا آغاز اور اختتام کے اعتبار سے ان کی حیات آسمانی مخلوق سے مشابہت رکھتی ہے۔ اسی بنا پر حضرت عیسیٰ نے حضور ﷺ کے اسی نام کا تذکرہ فرمایا جس سے آپ کو آسمانوں پر پکارا جاتا تھا۔ حضور کے متعدد اسماء حمد سے مشتق ہیں۔ حضور کے اسمائے مبارکہ میں مادہ حمد خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس مادے سے حضور کے کم از کم چار نام مشتق ہیں۔ محمد، احمد حامد اور محمود۔ ان میں سے اسمائے گرامی (محمد، احمد اور محمود) تعریف کیے گئے کا مفہوم رکھتے ہیں۔

محمد اسم مفعول اور احمد اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اور دونوں میں حمد کے معنی کی وسعت اور کثرت کی طرف اشارہ ہے۔ حضور کے یہ دونوں اسمائے مبارکہ آپ کی تعریف و توصیف کی کثرت کے مظہر ہیں۔ یہی وجہ

ہے۔ کہ حضور کی تعریف صرف مخلوق یعنی کائنات جن و انس اور ملائکہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اللہ رب العزت بھی ہمہ وقت آپؐ کی تعریف فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی آپؐ پر درود و سلام خوب بھیجا کرو۔ الاحزاب 33 - 56 - نیز سارا قرآن ہی آپ کی حمد اور بے پایاں تعریف و توصیف سے معمور ہے۔ محمدؐ نام رکھنے کی وجہ آپؐ کی عجیب سیرت کا اعلان کرنا تھا۔ یہ حقیقت ہے کہ تعریف ہمیشہ خوبی اور کمال پر کی جاتی ہے۔ نقص اور عیب پر نہیں۔ حضورؐ کا نام محمد رکھنے کی وجہ خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ شاعر بارگاہ نبوت حضرت حسان کے ان اشعار کا بھی یہی مفہوم ہے۔

محبوب آپ سے زیادہ حسین تر چہرہ آج تک کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت شخص کسی ماں نے نہیں جنا۔ آپ ہر (جسمانی) کوتاہی عیب سے کلی طور پر پاک اور مبرا پیدا کیے گئے۔ آپ ایسے ہی تخلیق فرمائے گئے جس طرح آپ خود چاہتے تھے

حضور حسن ظاہری کا بھی مرقع تھے اور حسن باطنی میں بھی یکتائے روزگار

آپ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ اے اللہ میری سیرت بھی اسی طرح حسین کر دے

جیسے تو نے میری صورت حسین بنائی ہے۔ مسند احمد 6، 155

آپ کو دیکھنے والے خوش نصیب افراد اکثر آپ کے حسن بے مثال کو یاد کرتے

بے خود ہو جایا کرتے تھے ایک صحابی حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ

میں حضور ؐ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ دیکھا کہ حضور ؐ سرخ دھاری دار

لباس پہنے بستر پر استراحت فرما رہے ہیں۔ اور ادھر آسمان پر چودھویں

کا چاند چمک رہا ہے۔ میں کبھی چاند کو اور کبھی حضور کے رخ زیبا کو دیکھتا خدا کی

قسم آپ چاند سے زیادہ حسین لگ رہے تھے۔

133-1

تحقیق اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے جمال کو پسند فرماتا ہے مسند احمد

اس لئے حضور کو حسن و جمال اور خوبیوں اور اچھی خصلتوں کی جو وافر دولت عطا

ہوئی وہ دنیا کے کسی فرد بشر کے حصے میں نہیں آئی۔

امام شرف الدین بوصیری فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ظاہر اور باطنی حسن کو درجہ کمال تک پہنچایا

اور پھر اپنی محبت کیلئے آپ کو منتخب کر لیا۔ حضور اپنی کمالات میں

Scanned with CamScanner

میں کوئی شریک نہیں رکھتے۔ پس آپ کا جوہر حسن غیر منقسم ہے
امام موصوف مزید فرماتے ہیں۔
آپ انبیاء علیہم السلام سے خلقت اور اخلاق دونوں میں بڑھ گئے ہیں
آپ کے جود و کرم کی کوئی حد ہے نہ علم و حلم کا کوئی ٹھکانہ ہے۔
الغرض جو حسن و جمال حضرت یوسف علیہ السلام میں چمکا اور اس نے
انہیں دنیا کا حسین ترین شخص بنا دیا۔ اور جو جمال حضرت موسیٰ کے ید
بیضا میں منعکس ہوا اور اس سے ان کا ہاتھ بقعہ نور ہو گیا۔ اور اسی طرح
جو حسن دیگر انبیاء میں تجلی ریز ہوتا رہا وہ سارا کا سارا آپ
کی ذات اقدس میں یکجا کر دیا گیا۔ اور کیفیت یہ ہو گئی کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسم محمد کو توحید خداوندی کی دلیل بنایا گیا۔ حضور کا نہ کوئی ظاہری
حسن میں شریک و ہمتا ہے اور نہ کوئی باطنی حسن و جمال میں ہمسر
اپنی گوناگوں خصوصیات اور کمالات کی بنا پر خداوند تعالیٰ کے بعد زمین

و آسمان میں سب سے زیادہ تعریف و توصیف حضور ﷺ کے حصے میں آئی ہے۔
اسی لئے حضور ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کلمہ طیبہ میں حضور کی
محمدیت کو اللہ رب العزت نے اپنی وحدانیت کی دلیل ٹھہرایا اور ارشاد فرمایا کہ میں
واحد و یکتا ہوں۔ جس کی دلیل یہ ہے۔ کہ میرا محبوب اپنے حسن و جمال اور سیرت
و کردار میں یکتا ہے اور فرمایا جن لوگوں کو میری وحدانیت کی شہادت درکار
ہو وہ میرے محبوب ﷺ کو دیکھ لیں۔ حضور کی سیرت طیبہ اور محاسن عالیہ کا
مطالعہ کریں انہیں دنیا میں توحید کی سب سے بڑی دلیل ہاتھ آجائے گی
اگر میرے محبوب کی کوئی مثل نہ ملے تو میری مثل کہاں سے ملے گی۔

اسی طرح حضور کی حیات طیبہ نے خود آپ ﷺ کی اپنی نبوت و رسالت
کی دلیل بنائی گئی حضور ﷺ نے قریش مکہ کے ایک ایک خاندان کو نام لے لے
کر کوہ صفا کے دامن میں جمع کیا۔ اور ان کے سامنے اپنی نبوت و رسالت
کا اعلان کیا۔ یہ ایسا موقع تھا۔ جب عام طور پر لوگوں نے اپنے نبی سے
اس کی نبوت کی سب سے بڑی دلیل طلب کی۔ ایسے ہی موقع پر حضرت
موسیٰ نے اپنے عصا کا اور حضرت عیسیٰ نے احیائے موتیٰ کا معجزہ پیش

کر کے ثبوت پیش کیا تھا۔ اگر حضور بھی اعلان نبوت کے اس موقع پر چاہتے
تو چاند کے ٹکڑے کر دیتے۔ ڈوبے ہوئے سورج کو دوبارہ مغرب سے طلوع کرا دیتے
درختوں اور پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے مگر حضور ؐ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ
اس موقع پر سب سے منفرد اور سب سے نرالی دلیل پیش کی۔ اور فرمایا
میں تمہارے اندر اپنی زندگی کا بیشتر حصہ گزار چکا ہوں۔ مجھے دیکھو
کہ یہی میری نبوت کی سچائی اور اس کی واقعیت کی سب سے بڑی دلیل ہے

چونکہ باری تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ؐ کو ان تمام محاسن سے بہرہ
یاب فرما کر اپنے حسن کامل کی دلیل اتم بنا دیا تھا اس لئے آپ کو اسم محمد
کے اسم گرامی سے نوازا گیا۔ لفظ محمد ؐ مادہ حمد ہے۔ اور محمد کا معنی ہے
جس کی بہت زیادہ حمد کی جائے۔ جس طرح حمد میں شکر کا کمال ہے
محمد میں حمد کا کمال ہے۔ حمد اللہ تعالیٰ کے کلام میں سب سے پہلا لفظ
ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔ اور محمد ؐ اس کی مخلوق میں سب سے
پہلا فرد۔ گویا حمد اس کے کلام کا نقطۂ اول ہے۔ اور محمد ؐ اس کے
فیضان کا نقش اول۔ حمد باری تعالیٰ کی ربوبیت کا استحقاق ہے

Scanned with CamScanner

اور حمد اس کی ربوبیت کا اعجاز، حمد صفات باری کی دلیل ہے۔ اور حمد
ذات باری کی دلیل۔ حمد میں یہی مضمر ہے۔ اور محمد میں یہی مضمر۔
حمد کو بھی تمام نعمتوں پر محیط کر دیا گیا ہے اور محمد ﷺ کا دامن رحمت بھی
سب نعمتوں پر محیط ہے۔ حمد ہر ذرۂ کائنات سے عیاں ہے اور محمد
ہر ذرۂ کائنات میں پنہاں حسن کا محمد مطلوب انس و جان ہے اور محمد ﷺ مقصود
انس و جان۔ اس لئے باری تعالیٰ نے اپنے محبوب کو محمد جیسے خوبصورت
شیریں نام سے موسوم فرمایا ہے۔

(PMI)

۸-۱۱-۲۰۲۰
بروز اتوار ۴-۵۶